بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کریم

کتنا معجز اور کتنا سچا ہے: کہ

آج سے چودہ سو سال پہلے اس نے اعلان کر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو اپنی ذات میں اور آفاق میں ایسی ایسی نشانیاں دکھلائیں گے جن سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآن کریم اللہ رب العزت کا کلام ہے، اس کی کتاب ہے۔ اور یہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سَنُرِيهِمْ اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (سورۂ حم السجدہ: ۴۱، آیت: ۵۳)

(ترجمہ) عنقریب ان کو اپنی نشانیاں افقوں پر دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل کر رہے گا کہ یہ قرآن برحق ہے کیا آپ کے پروردگار کا یہ وصف کافی نہیں کہ وہ ہر چھوٹی بڑی چیز کا شاہد ہے۔

سائنس نے لاکھوں چیز کی تحقیق کر کے بتایا ہے ہ قرآن نے چودہ سو سال پہلے جو کچھ بتایا وہی سچ ہے اور حق ہے اور واقعی یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

آپ پیش نظر کتاب میں میں دیکھیں گے کہ سائنس کی حتمی تحقیقات قرآن کریم کی وضاحت کے بالکل موافق ہیں۔

سائنسی اعجاز

نحمد ونصلی علی رسول الکریم امابعد

نزول قرآن کے وقت اہل عرب میں ادبی ذوق عروج پر تھا وہ کسی خاندان سے مقابلہ آرائی کرتے تو دو ہی صفتوں میں مقابلہ کرتے، تلوار زنی اور عربی ادبت کی رعنائی، ادبی مجلسوں اور محفلوں میں شعراء اور خطبا اپنی فصاحت و بلاغت کی داد حاصل کرتے اور اسی فوقیت کو خاندان اور

قوم کا طرۂ امتیاز سمجھتے، قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تو انھوں نے اس میں بھی اسی صفت بلاغت کو ڈھونڈنا شروع کیا کہ اگر یہ کلام خداوندی ہے تو اس میں ہمارے ذوق کے مطابق فصاحت وبلاغت بھی ہے یا نہیں؟ انھوں نے دیکھا کہ قرآن کریم کا پایا اس معاملے میں اتنا بلند ہے کہ قیامت تک آنے والا کوئی بھی انسان اس مقام تک رسائی نہیں کرسکتا اور ایک سورت بھی اس جیسی نہیں لاسکتا، قرآن کا چیلنج پوری انسانیت کے لیے اس وقت بھی تھا کہ تمھیں شک ہے کہ یہ کلام خداوندی نہیں تو ساری مخلوق میٹنگ کرکے اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور آج بھی وہ چیلنج اسی آن وبان کے ساتھ باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا، لوگ اس کے مقابلے پر لانے کے لیے سر پٹک کر رہ جائیں گے لیکن قیامت تک اس کا ثانی نہیں لاسکیں گے، یہی وہ کلام معجز ہے کہ دنیا کو اپنے مقابل کلام لانے سے عاجز کررکھا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں فصاحت وبلاغت کا سیلاب تھا اور ابھی کچھ صدیوں سے سائنسی تحقیقات وتجربات کا سیلاب امنڈ آیا ہے اور وہ اس میدان میں حیران کن ترقیات کے ساتھ پیش رفت فرمارہے، کوئی فضاؤں کے دوش پر سفر کررہا ہے کوئی سمندر کا سینہ چاک کررہا ہے تو کوئی رَو اور کرنٹ پر اپنی حکمرانی کا سکہ جمارہا ہے، مجموعی طور پر ان لوگوں کا ایک رخ قرآن پاک کی طرف بھی ہے کہ اگر یہ خالق ارض وسما کا کلام ہے تو اس میں ہماری تحقیقات کے بارے میں کیا اشارہ ہے، کیا بائبل کی طرح یہ بھی ہماری تحقیقات کا انکار کرتا ہے، رد کرتا ہے یا یہ کلام ہماری موافقت کرتا ہے اور قدم بقدم ہماری رہنمائی کرتا ہے، فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے تو یہ کلام معجز ہے ہی، کیا سائنسی اعتبار سے بھی یہ معجز ہے؟ کیا ایسا ہے کہ جن حقائق تک ہم صدیوں تجربات کے بعد پہنچے ہیں ان کے بارے میں آج سے چودہ سوسال پہلے قرآن نے ان کی نشان دہی کردی ہے اور ایک چھوٹے سے جملے میں تمام حقائق کو سمولیا ہے، قرآن جس طرح فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے معجز ہے سائنسی تحقیقات کے اعتبار سے بھی ویسا ہی معجز وبلیغ ہے اور اس بحر زخار میں بھی ان کی شان اعجاز ویسی ہی درخشاں اور تابندہ ہے۔

آج سے چودہ سوسال پہلے جب کہ ان نئی تحقیقات کا دور دور تک نشان نہیں تھا لوگ بجلی اور کرنٹ کے کرشموں سے واقف نہیں تھے، عرب کے بدو اس سے بھی ایک قدم آگے تھے کہ ان کو صحرا نوردی اور گلہ بانی کے علاوہ کسی تحقیقات سے واقفیت نہیں تھی اس زمانے کی روایات

ور جحانات ان نئ تحقیقات سے بہت کچھ مختلف تھیں، بلکہ بعض باتوں میں وہ الٹی سمت پر جار ہے تھے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھے لکھے نہیں تھے، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فرد بشر کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا اس کے باوجود ایسے کلام کو پیش کرنا جس میں قیامت تک ظاہر ہونے والی نئ تحقیقات کے مبادی ہوں، تجربات ومشاہدات کے نچوڑ ہوں اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ یہ کلام کسی انسان کی تخلیق نہیں ہے بلکہ اس جبار وقہار کا کلام ہے جو زمین وآسمان کا خالق اور تمام سائنسی تحقیقات کا مکون ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ قرآن کا اصلی مقصد سائنس کی تحقیق کو بتلانا یا جغرافیائی معرکہ آرائی کرنا نہیں ہے انکا تو مطمح نظر صرف شرعی احکام کو بتلانا، لوگوں کو آخرت کی ترغیب دینا اور جنت وجہنم کی منظر کشی کرنا ہے البتہ کہیں کہیں ایک دو لفظ یا ایک دو جملے میں اس انداز سے آج کی سائنسی تحقیقات بھی آگئیں ہیں کہ ایسے عظیم الشان شئ کے خالق کو آخر کیوں نہیں مانتے ہو یا ایسی باریک شئ کے پیدا کرنے والے خدا کے سامنے آخر سجدہ ریز کیوں نہیں ہوتے ہو، قرآن کریم تحقیقات کے ذریعہ اُس کے خالق کی طرف انسانوں کو متوجہ کرتا رہتا ہے اور سائنسی تحقیقات صرف ضمنی طور پر آجاتی ہیں تاہم اُن کے الفاظ کی تہ مین ایسے ایسے حیرت انگیز حقائق چھپے ہوتے ہیں کہ صدیوں تحقیقات کے بعد جب اُن پر سے پردہ اُٹھتا ہے تو لوگ حیرانی کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس آیب کو ہم بار بار پڑھتے تھے لیکن ہمیں پتہ نہیں تھا کہ اتنی عظیم حقیقت اس آیت میں چھپی ہوئی تھی جس سے ہم اب تک نا آشنا تھے۔ چنانچہ سائنسی تحقیقات کے آشکارا ہونے کے بعد لوگس نے جب قرآنی آیات کا مطالعہ کیا تو وہ حیرانی کے ساتھ کہنے لگے کہ یہ تحقیقات تو قرآنی آیتوں میں پہلے سے موجود تھیں اس کی اطلاع تو خالق کائنات نے انسانوں کو پہلے ہی سے دی تھی، یہ الگ بات ہے کہ اس کی تحقیقات ہمارے سامنے نہیں تھیں اس لئے ہماری فہم اس کی گہرائی تک رسائی نہیں کر پاتی تھی۔

مندرجہ ذیل کتاب میں دیکھیں گے کہ قرآن جس طرح فصاحت وبلاغت میں عظیم الشان اور معجز ہے اسی طرح سائنسی تحقیقات میں بھی وہ معجز ہے، جس طرح وہ بلاغت میں مافوق البشر کلام ہے سائنسی تحقیقات میں بھی وہ مافوق البشر ہی ہے اس کے عجائب زمانہ ماضی میں بھی ختم نہیں ہوئے اور قیامت تک اس کے عجائب ختم نہیں ہوگے۔ زمانہ اس کو جس جانب سے بھی کریدے گا

اس کو عظیم، مستحکم اور معجز ہی پائے گا اس لئے آقائے نامدارؐ نے فرمایا القرآن لاینقضی عجائبہ

سائنسی تحقیقات کے دورخ ہیں تو وہ تحقیات ہیں جو تجربات، مشاہدہ اور آنکھوں سے دیکھ کر متعین کر چکے ہیں ایسی تحقیقات تقریباً یقینی ہیں اور آئندہ ان مین تبدیل ہونے کا امکان کم ہے۔ جیسے زمین کا گول ہونا مشاہدہ سے متعین ہو چکا ہے اس لئے اس رائے میں تبدیل نہیں ہوگی۔ چنانچہ جو تحقیق شدہ امور ہیں وہ عموماً آیات قرآنی کے موافق ہیں دونوں کے درمیان کوئی تناقض اور تضاد نہیں ہے بل کہ بعض جگہ آیت کی وسعت کو سمجھنے میں معین و مددگار ہوتیں ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو! ایک خالق کی آیتیں ہیں اور دوسری آنکھ سے مشاہدہ حقیقتیں ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں میں نے اس بات کی رعایت کی ہے کہ جو تحقیق سائنس کی نظ میں حتمی ہے اس کو کہا ہے کہ ''یہ سائنس کی تحقیق ہے''۔

دوسری وہ ظنی رائیں ہیں جو مشاہدے اور تحقیقات کے ذریعہ ابھی تک متعین نہیں ہوئیں بل کہ قرائن اور علامات کے ذریعہ ابھی ایک رائے قائم کی ہے، ابھی تک حتمی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے، ایسی تحقیقات کے بارے میں رائیں بدلتی رہتی ہیں۔ ماضی میں رائے کچھ تھی حال میں کچھ اور ہے، اور ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں کچھ اور ہو، ایسی ظنی رائیں کبھی قرآن کے موافق ہو جاتی ہیں اور کبھی اس کے مخالف بھی ہو جاتی ہیں۔ لیکن اہل سائنس خود اعتراف کرتے ہیں کہ اس رائے کی بنیاد مشاہدہ پر نہیں ہے اور نہ ہی حتمی رائے ہے اس لئے ایسے ظنیات سے نہ سائنس کے حقائق پر کچھ زد پڑتی ہے اور نہ ہی آیات کا پیغام متاثر ہوتا ہے، ایسی رائے کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آخری مشاہداتی تحقیق میں یہ رائے آیت کے مکمل ہمنوا ہو جائے۔ زیر نظر کتاب میں دیکھیں گے کہ سائنس کی تحقیق مشاہدہ اور تجربہ سے حتمی فیصلے سے گذ گئی ہے وہ آیت قرآنی کے مکمل موافق ہے اور جو تحقیق ظنی ہے یا رائے کی حد تک ہے وہ کبھی آیت کے موافق ہوتی ہے اور کبھی آیت سے مخالف بھی، البتہ چونکہ وہ حتمی رائے نہیں ہے س لئے وہ اتنا قابل توجہ نہیں ہے یہاں بھی میں نے کتاب میں یہ رعایت کی ہے کہ جو تحقیق نہیں ہے صرف ظن اور گمان غالب ہے میں نے عنوان میں لکھا ہے کہ ''یہ سائنس کا نظریہ ہے''، تحقیق اور نظریہ میں میں نے عنوان ہی میں فرق کر دیا تا کہ ناظرین کو تحقیق اور ظن کا پتہ چل جائے جو سائنسی آیت کے موافق نہیں ہے مجھے اس پر اصرار نہیں ہے کہ یہ تحقیق اور ظن کا پتہ چل جائے جو سائنسی تحقیق آیت کے موافق نہیں ہے مجھے اس پر اصرار

نہیں ہے کہ یہ تحقیق بالکل صحیح ہے اور اس سے سرمو برابر انحراف کرنا جائز نہیں ہے بل کہ ہوسکتا ہے کہ سائنس اور آگے بڑھے تو انکا نظریہ اور تحقیق تبدیل وجائے جس طرح پچھلے زمانے میں کتنی تحقیق تھیں جن پر فلسفہ قدیم کو اصرار تھا کہ تحقیقات حتمی ہیں لیکن بعد کے انکشافات سے وہ تحقیقیں بدل گئیں اور لوگ دوسری رائیں ان کے بارے میں قائم کرنے لگے اس لئے مجھے سائنسی تحقیق کِ سلسلے میں بھی بہت زیادہ اصرار نہیں ہے کہ یہ مکمل صحیح ہے۔

آیتوں کا جو مفہوم اس کتاب میں پیش کیا ہے مجھے اس پر اصرار نہیں ہے کہ میں نے جو کچھ سمجھا ہے وہی صحیح ہے اور خداوند قدوس کا اس آیت سے سوفی صد یہی مطلب ہے، انبیاء کے بعد نہ کوئی اس کا دعویٰ کرسکتا ہے اور نہ میرے بس کی بات ہے۔ میں نے تو الفاظ قرآن کی وسعت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سائنسی تحقیقات کو پیش کی ہے اور ناظرین کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اگر آیت کا یہ مفہوم ہے اور سائنسی تحقیق سوفی صد صحیح ہے تو دیکھئے کہ آیت میں اس تحقیق کا اشارہ پہلے سے موجود ہے، لیکن اگر عنداللہ آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے یا سائنس کی تحقیق صحت سے خالی ہے تو یہ بات میری جانب سے اور شیطان کی جانب سے ہے میں اس کا بار بار معذرت خواہ ہوں۔

ناظرین کو جہاں بھی میری غلطی نظر آئے ناچیز کو فوراً مطلع فرمائیں ان شاءاللہ شکریہ کے ساتھ قبول کروں گا۔ خاص طور پر آیت کی تفسیر کا معاملہ انتہائی نازک ہے اس لئے مجھے کچھ زیادہ ہی ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں غلطی کی وجہ سے قیامت میں قابل گرفت نہ ہوجاؤں اس لئے غلطی پر متنبہ کرنے کی خاص گزارش ہے۔

یورپ کے انگریز آج بھی اپنے لوگوں کو یہ تاثر دیتے رہتے ہیں کہ قرآن کریم نعوذ باللہ محمدؐ کی اپنی تصنیف ہے اور اس میں توریت اور انجیل سے استفادہ کیا ہے۔ نئ تحقیقات پیش کرکے میں نے اُن لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اگر قرآن کریم محمدؐ کی تصنیف ہوتی تو اس میں ایسے حقائق کیسے آجاتے جن کا انکشاف اس زمانے میں نہیں ہوا تھا بل کہ اس زمانے کے لوگ اس کے برخلاف دوسرے نظریے پر قائم تھے اس میں چودہ سو سال بعد کے حقائق کیسے آسکتے تھے؟ ہاں یہ خالق کائنات کی کتاب ہے وہ جانتے تھے کہ کس چیز کی حقیقت کیا ہے اس لئے جو جملہ یا لفظ قرآن میں آیا وہ بالکل وہی آیا جو حقیقت میں تھا اور آج تک اس کے سرمو برخلاف نہ ہوسکا۔

اس کتاب کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ ناظرین کو آج کی نئ تحقیقات سے روشناس کرایا جائے

اس لئے ساری تحقیقات انگریزی کی نئی کتابوں سے لی ہے۔ اور اس بات کا خیال رکھا ہے کہ کوئی ردشدہ نظریہ کتاب میں نہ آجائے۔

ہر مضمون کے آخیر میں آیت پیش کر کے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ دیکھیے یہ تحقیق پہلے سے قرآن میں موجود ہے جبتک تحقیق نہیں ہوئی تھی ہماری نگاہ وہاں تک نہیں پہنچ رہی تھی لیکن جب تحقیق ہوئی تو آیت کا مفہوم کتنا واضح ہوگیا اور کھل گیا اللہ نے سچ کہا تھا سَنُرِيْهِمْ آيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَئٍ شَهِيْدٌ (سورۃ حم السجدہ ۴۱ آیت نمبر ۵۳) ترجمہ: ہم عنقریب اُن کو اپنی نشانیاں افقوں پر دیکھائیں گے اور خو اُن کی ذات میں بھی، یہاں تک کہ اُن پر کھل کر رہے گا کہ یہ قرآن حق ہے۔ کیا آپ کے پروردگار کا یہ وصف کافی نہیں کہ وہ ہر چھوٹی بڑی چیز کا شاہد ہے (آیت کا ترجمہ مولانا عبدالماجد دریابادی کی تفسیر سے ماخوذ ہے)

آیت کے بعد یہ بھی واضح کیا ہے کہ قرآن کریم کسی انسان کی تحریر نہیں ہے، ورنہ آج کی نئی تحقیقات ہرگز قرآن کے موافق نہ ہوتیں۔ بل کہ یہ کتاب واقعی خالق ارض وسماء کی ہے جو ان کے ذرے ذرے سے واقف ہیں اور یہ کتاب ہر اعتبار سے سدا بہار معجزہ ہے،

جناب حاجی غلام رسول صاحب بریڈفورڈ والے کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کتابت کر کے کتاب کو منظر عام پر لانے کے قابل بنایا اسی طرح حافظ مجیب الحق نیانگری صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے کتاب کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا

خطاونسیان سے کوئی آدمی محفوظ نہیں خصوصاً جدید تحقیقات کی تحقیق میں تو لغزش ہونے کا زیادہ امکان ہے اس لئے اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرائیں اس کے ازالے کی جلد ہی کوشش کروں گا اور شکر گزار بھی ہوں گا۔

رب کریم سے دعاء ہے کہ اس کتاب کو قبولیت سے نوازے اور اس کو اس عاصی کے لئے ذریعہ نجات اور ذخیرہ آخرت بنائے = آمین ثم آمین۔

احوال کائنات

اہل سائنس کا نظریہ یہ ہے کہ اس کائنات میں گیس تھی اس وقت اس کا حجم کم تھا، یہ گیس

آپس میں بالکل ملی ہوئی تھی۔ اس وقت یہ گیس کھربوں سینٹی گریڈ گرم تھی۔ آج سے 15, 000, 000, 000 (پندرہ ارب) سال قبل کسی زبردست دھماکے کی بناء پر وہ پھٹ پڑی جس کو اہل سائنس big bang بگ بینگ کہتے ہیں بگ بینگ کے بعد اس میں 75 فیصد ہائیڈروجن گیس اور 25 فیصد ہیلیم گیس پیدا ہوئی، اس میں بھی زبردست ہیجان پیدا ہوا اور چکر کھانا شروع ہوا، اس ہیجان اور چکر کھانے کے نتیجے میں یہ کائنات وسیع ہونی شروع ہوئی اور ابھی تک وسیع ہوتی ہی چلی جارہی ہے۔ اس آیت کو پڑھیں والسماء بنینها باید وانا لموسعون سورۃ الذاریات ۵۱ آیت ۴۷ ترجمہ: آسمان کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور ہم ہی اس کو وسیع کرتے جارہے ہیں کائنات میں پہلے دھواں تھا اس کا ثبوت اس آیت میں موجود ہے ثم استوی الی السماء وھی دخان (حم السجدہ ۴۱ آیت ۱۱)

بگ بینگ (زبردست دھماکے) کے 3,000,000,000 (تین ارب) سال کے بعد کہکشاں کی جھرمٹ supr cluster بننی شروع ہوئی، بہت سے کہکشاں کے مجموعے کو کہکشاؤں کی جھرمٹ کہتے ہیں بگ بینگ کے 5,000,000,000 (پانچ ارب) سال کے بعد کہکشاؤں کی جھرمٹ میں سے الگ الگ کہکشاں تعمیر ہونی شروع ہوئی 10,000,000,000 (دس ارب) سال کے بعد کہکشاں galaxy میں ہمارا سورج اور اس خاندان solr system بننے شروع ہوئے اس وقت تک گیس ٹھنڈی ہوکر فضاء میں کچرا، برف اور گیس ہوچکی تھی اس لئے دیگر اور سولر سسٹم بننے میں تینوں چیزیں جمع ہوئیں، دوسری گیس بھی ٹھنڈی ہوہوکر کہکشاں میں بڑے بڑے سیارے بحکم خداوندی اپنے مداروں میں محو گردش ہوگئے۔

ہمارا سورج بھی اسی گیس اور کچرے کے مجموعے سے وجود میں آیا ہے۔ سورج کے گرد گھومنے والے نو سیارے بھی اسی مختلف قسم کے گیس، کچرے اور برف کے مجموعے سے تعمیر ہوئے، سورج میں گیس کی مقدار زیادہ ہے اسی لئے اس میں گرمی بہت زیادہ ہے، گرمی کی وجہ سے کشش بھی زمین سے 27 گنا زیادہ ہے۔ جس کی وجہ سے نو سیاروں اور تقریباً 62 چاند اور کروڑوں آوارہ گرد چٹانوں کو اپنے گرد گھمارہا ہے، اور یہ سیارے سورج کے گرد محو گردش ہیں، سورج میں بھار اور وزن بھی بہت ہے (تفصیل کے لئے فلکیات جدیدہ) دیکھیں۔

سورج کے گرد گھومنے والے نو سیاروں میں گیس کی مقدار کم ہے اور کچروں کی تعداد زیادہ

ہے، قریب کے چار سیارے عطارد، زہرہ، زمین اور مریخ میں کچرے زیادہ ہیں، گیس کم ہے اور برف تو بہت کم ہے، اس لئے یہ چاروں بہت ٹھوس ہیں اور قدرے گرم بھی ہیں، دور کے پانچ سیارے مشتری، زحل، یورینس، نیپچوں اور پلاٹو میں کچرے زیادہ ہیں اور برف خاص طور پر پلاٹو میں تو برف ہی زیادہ ہے۔ یہ پانچوں سیارے سورج سے دوری کی وجہ سے بھی کافی ٹھنڈے ہیں اور ان پر کہر پڑا رہتا ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ کائنات کی عمر 15,000,000,000 (پندرہ ارب) سال ہے اور ہماری زمین اور سورج کی عمر â 4,60,000,000 چار ارب ساٹھ کروڑ) سال ہے اور زمین پر حیوانات اور انسان کے بسنے کی عمر 3,000,000,000 (تین ارب) بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم

زبردست دھماکے big bang، کہکشاں کی جھرمٹ super cluster کہکشاں ملکی وے galaxy سورج کا خاندان Milki Way، سولر سسٹم اور زمین، یہ سب کتنی کتنی مدتوں میں بنے اس کو سمجھنے کے لئے یہ نقشہ دیکھیں۔

یہ کہکشاں کی جھرمٹ ہے

یہ زبردست دھماکہ

Bigbang ہے

اس نقشہ میں دکھلایا گیا ہے کہ زبردست دھماکے سے ستاروں کی جھرمٹ پیدا ہوئی، پھر ستاروں کی جھرمٹ سے ہماری کہکشاں پیدا ہوئی، اس کہکشاں میں ہمارا سورج نو سیاروں کے ساتھ محو گردش ہے اور زمین سورج کا فرد ہے اور زمین پر انسان اور پھر تمام کے پیدا ہونے کی مدت بیان کی گئی ہے

ملکی وے Milkyway

خاندان سورج Solarsystem

زمین Erth

زمین پر آدمی یا حیوانات

(نوٹ): یہ سب انسانی نظریات ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ صحیح ہوں اور ہوسکتا ہے کہ غلط ہوں، اصلی بات یہ ہے کہ یہ تمام کائنات خالق کائنات نے اپنی قدرت سے پیدا کی ہے اور وہی ان کے

پیدا کرنے کی مدت کو صحیح صحیح جانتا ہے۔ البتہ قرآن کریم میں اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ زمین اور آسمان کو بیک وقت پیدا نہیں کردیا گیا بل کہ اُن کو رفتہ رفتہ بنایا اور انسانوں کے لئے قابل رہائش بنایا۔ جس کو خداند کریم نے فرمایا ہے کہ میں نے اُن کو چھ دنوں میں بنایا ہے ارشاد ربانی ہے۔ الَّذِی خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (الفرقان ۲۵ آیت ۵۹ ترجمہ: اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں چھ دنوں میں پیدا کیا۔ ایک دن کی مقدار یہ چوبیس گھنٹے جس کو ہم لوگ ایک دن شمار کرتے ہیں اس کو نہ لیا جائے بل کہ قرآن ہی کی زبان میں پچاس ہزار سال یا اس سے زیادہ کی مدت کو ایک دن قرار دیا جائے، جیسا کہ خود قرآن نے فرمایا ہے تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ (المعارج ۷۰ آیت ۴ ترجمہ: فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے تو چھ دنوں میں زمین و آسمان بنانے سے مراد مدت مدید ہوسکتی ہے، (جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں) تو کہا جاسکتا ہے کہ زبردست دھماکے کے بعد سے لے کر زمین کے پیدا ہونے تک اور پھر زمین کی پیدائش کے بعد سے حیوان و انسان کے قابل رہائش ہونے تک ایک طویل مدت لگی ہوگی جس کو قرآن پاک نے چھ دن کہا ہے، اور دوسری جگہ زمین کو قابل رہائش بنانے تک میں چار دن کی مدت کہا ہے اور ارشاد ربانی ہے وَقَدَّرَ فِیْھَا اَقْوَاتَھَا فِیْ اَرْبَعَۃِ اَیَّامٍ (حم سجدہ ۴۱ آیت ۱۰) اس لئے ہوسکتا ہے کہ سائنس اسی مدت کے بارے میں یا اندازہ لگاتے ہوں کہ وہ 15,000,000,000 سال کی مدت ہے اس لئے قرآن اور سائنس دونوں کے اقوال میں کوئی زبردست تضاد نہیں ہے دونوں کی باتیں قریب قریب ہوسکتی ہیں۔ واللہ اعلم

قرآن کی طرح سائنس بھی کہتی ہے کہ زمین و آسمان کو زمانہ دراز میں پیدا کیا ہے

پچھلے صفحے پر یہ عرض کیا گیا تھا کہ اس کائنات میں پہلے دھواں (گیس) تھا پھر آہستہ آہستہ وہ گیس جمتی رہی اور مٹی پتھر، برف، گیس اور پانی وغیرہ بنتے رہے یہ سب جمع ہو کر زمین، چاند،

سورج اور آسمان کی تخلیق ہوئی، سائنسی نظریے کے مطابق ان چیزوں کو بنتے بنتے اور زمین کے قابل رہائش ہوتے ہوتے پندرہ ارب سال لگ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں چودہ سو سال پہلے اعلان کر دیا تھا کہ میں نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے ارشاد ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (سورۃ ق ۵۰ آیت ۳۸) ترجمہ: زمین، آسمان اور جو کچھ دونوں کے درمیان میں ہیں چھ دنوں میں پیدا کیا اور مجھے ذرا سا تھکن نے بھی نہیں چھوا۔

انسانی محاورے میں زمین ایک مرتبہ سورج کے سامنے سے چوبیس گھنٹے میں گھوم جائے اس کو ایک دن کہتے ہیں لیکن اس وقت تو زمین اور سورج تھے ہی نہیں اور نہ سورج کے سامنے سورج کی گردش تھی اس لئے یہ چوبیس گھنٹے کا ایک دن تو مراد لے ہی نہیں سکتے اس لئے لازمی طور پر زمانہ دراز مراد لینا ہوگا، خود قرآن نے پچاس ہزار سال کو ایک دن کہا ہے ارشاد ہے۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (المعارج ۷۰ آیت ۴ ترجمہ: فرشتے اور روحیں ان کے پاس چڑھ کر جائنگے ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک دن کی مقدار ہمارے پچاس ہزار سال کی ہو سکتی ہے اس لئے یہ ممکن ہے (راقم السطور کو اس پر اصرار نہیں ہے) کہ قرآن کریم کے چھ یوم سے زمانہ دراز مراد لیا جائے۔

جو نظریہ قرآن کریم پیش کر رہا ہے کہ زمین اور آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے سائنسی تحقیق بھی ٹھیک اسی نظریے کی تائید کر رہی ہے کہ زمین کو قابل رہائش بنتے بنتے پندرہ ارب سال لگ گئے ہیں۔

یہ کائنات دھواں تھی

ماقبل میں اہل سائنس کا نظریہ گذرا کہ زمین و آسمان کی تخلیق گیس سے ہوئی، گیس ہی زمانہ دراز میں جم کر کیچڑ، برف وغیرہ بنی اور بعد میں یہی چیزیں پتھر، نکل، لوہا اور مٹی وغیرہ بنیں۔ اگر اس نظریے کو صحیح مان لیا جائے تو قرآن پاک کے اس ارشاد کے عین مطابق ہے ثم استوی الی السماء وھی دخان (حم السجدہ ۴۱ آیت ۱۱) ترجمہ: پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ کی اس حال میں کہ وہ دھواں تھا پھر اس سے اور زمین سے کہا کہ تم دونوں خوشی سے آو یا زبردستی، دونوں بولے

ہم خوشی سے حاضر ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ آسمان دھواں کی شکل میں تھا، جس کو سائنس گیس سے تعبیر کرتی ہے۔

کائنات میں پھر دھواں ہوگا

سائنس کا دوسرا نظریہ یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ پھر زبردست دھماکہ Bigcrunch ہوگا، یہ وقت کب آئے گا اس کا اندازہ اہل سائنس بھی نہیں لگا سکے ہیں، البتہ اتنا ضرور کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب کہ تمام چیزیں ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جائیں گی، اس وقت تمام منجد مادے ستارے اور سیارے ٹوٹ پھوٹ کر گیس میں تبدیل ہو جائیں گے، ماخوذ Spac Facts 16- 31 اگر اس نظریے کو صحیح مان لیا جائے تو قرآن پاک کی اس آیت کی تائید ہوتی ہے ارشاد ربانی ہے فَارْ تَقِبْ يَوْمَ تَاتِىْ السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (سورۃ الدخان ۴۴ آیت ۱۰) ترجمہ: تو آپ انتظار کیجئے اس دن کا جب آسمان قرب قیامت میں دھواں لے کر آئے گا اور یہی نظریہ سائنس کا ہے کہ ایک وقت Big crunch زبردست دھماکہ ہوگا اور تمام چیزیں ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جائیں گیں اور گیس میں تبدیل ہو جائیں گی سائنس کا یہ نظریہ کہ تمام چیزیں ٹوٹ پھوٹ جائیں گیں اس سے ان تمام آیات کی تائید ہوتی ہے جن میں بار بار یہ وضاحت کی گئی ہے کہ قیامت آئے گی اور تمام زمین و آسمان ٹوٹ پھوٹ جائیں گے ان آیات کو پڑھیے۔ اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (سورۃ الانفطار ۸۲ آیت ۱۔۲) ترجمہ: جب آسمان ٹوٹ پھوٹ جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے، فلسفہ قدیم کا نظریہ تھا کہ آسمان اور آسمان میں جو ستارے کیل کی طرح گڑے ہوئے ہیں ان میں خرق والتیام پھٹن جٹن نہیں ہے، اور فنا سے پاک ہیں لیکن سائنس نے اپنی تحقیق سے ثابت کر دیا کہ آسمان و زمین اور تمام ستارے ایک وقت زبردست دھماکے میں فنا ہو جائیں گے۔ یہ نظریہ مکمل طور پر قرآن کی تائید کرتا ہے۔

سورج کی مقدار ہر سیکنڈ کم ہو رہی ہے

اہل سائنس نے دوربین سے دیکھ کر یہ تحقیق کی ہے کہ سورج میں 75 فی صد ہائیڈروجن گیس ہے اور 25 فی صد ہیلیم گیس ہے ایک سیکنڈ میں 60,0000,000 (ساٹھ کروڑ) ٹن ہائیڈ

روجن گیس ہیلیم گیس میں تبدیل ہوتا رہتا ہے اور وہ گیس جل کر فضا میں پھیل جاتی ہے اسی گیس کی گرمی دوسرے سیاروں تک پہنچتی ہے اور زمین پر بھی پڑتی ہے فضا میں یہ گیس اور اس کی گرمی پھیلنے کی وجہ سے ہر سیکنڈ میں سورج کی مقدار 4,000,000 ٹن کم ہو رہی ہے اور اندازہ ہے کہ اس طرح کم ہوتے ہوتے ایک وقت آئے گا کہ سورج میں سے ہائیڈروجن گیس ختم ہوئے گی جس کی وجہ سے سورج کی روشنی اور گرمی ختم ہو جائیگیں ابھی سورج White Dwarf چھوٹا سا سفید بونا ستارہ ہے جب گیس ختم ہو جائے گی تو یہ Black Dwarf چھوٹا سا کالا ستارہ بن جائے گا اور سورج بے نور ہو جائے گا ماخوذ Space Facts 69

سورج میں ہاڈروجن گیس ہیلیم گیس میں تبدیل ہوتی ہے تو اس میں سے بے پناہ گرمی پیدا ہوتی ہے اسی گرمی کی وجہ سے مقناطیس پیدا ہوتا ہے اور زبردست کشش ہوتی ہے اسی کشش کی وجہ سے سورج کے گرد گھومنے والے نو ستارے عطارد، زہرہ، زمین وغیرہ اس کے گرد گھوم رہے ہیں لیکن جب سورج کی گرمی ختم ہو جائے گی تو اس کا مقناطیس بھی ختم ہو جائے گا اور مقناطیس ختم ہونے کی وجہ سے ان نو سیاروں کی کشش کمزور پڑ جائے گی اس کشش کے کمزور پڑنے کی وجہ سے یہ سیارے آپس میں ٹکرا جائیں گے اور ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہو جائیں گے۔

قرآن پاک نے آج سے چودہ سو سال قبل جب کہ اس قسم کی تحقیقات کا کوئی شائبہ نہیں تھا بل کہ فلسفہ قدیم کا اصرار تھا کہ آسمان میں پھٹن جٹن نہیں ہے وہ خرق والتیام سے پاک ہے اور یہ بھی نظریہ تھا کہ سورج چوتھے آسمان میں کیل کی طرح ٹھکا ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ سورج میں بھی کوئی پھٹن جٹن یا شکست وریخت نہیں ہے۔ اس زمانے میں قرآن نے بابانگ دہل اعلان کیا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب کہ سورج ماند ہو جائے گا اور ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ ارشاد ربانی ہے اِذا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (سورۃ التکویر ۸۱ آیت ۱۔۲) ترجمہ: جب آفتاب لپیٹ لیا جائے گا اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے Black Dwarf کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس کی روشنی ختم ہو جائے گی اور وہ بہت چھوٹا ہو جائے گا اور پھر فنا ہو جائے گا۔

سائنس نے فنا کی ترتیب کی بھی تصدیق کردی

حیرت کی بات یہ ہے کہ جس طرح قرآن اشارہ کرتا ہے کہ پہلے سورج کی روشنی لپیٹی جائے گی پھر سیارے ماند پڑیں گے پھر سورج، زمین اور دیگر سیارے ٹکرا ٹکرا چور ہوجائیں گے اور پہاڑ روئی کے گالے کی طرح اڑنے لگیں گے سائنس بھی ٹھیک اسی ترتیب کی تصدیق کرتی ہے کہ قیامت کر قریب سورج کی گیس کم ہونے کی وجہ سے پہلے روشنی کی کمی ہوگی، آگ جلنا کم ہونے کی وجہ سے مقناطیست میں بھی کمی آئے گی اور مقناطیسیت کی کمی کی وجہ سے سورج اور اُس کے گرد گھومنے والے سیارے ٹکرا جائیں گے اور چور چور ہوجائیں گے

کیا کمال ہے کہ فنا ہونے کی جو ترتیب قرآن نے بتایا ہے آج سائنس فنا ہونے میں بھی اسی ترتیب کی تصدیق کرتی ہے۔

سائنس نے قیامت آنے کی تصدیق کردی

فلسفہ قدیم نے اعلان کیا تھا کہ آسمان میں پھٹن جٹن نہیں ہے اور نہ قیامت آئے گی لیکن بھلا ہو اہل سائنس کا کہ انھوں نے کہا کہ سورج کی ہیلیم گیس ہر سیکنڈ میں چالیس لاکھ ٹن کم ہورہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک وقت آئے گا کہ اس کی روشنی اور مقناطیسی قوت ختم ہوجائے گی اس لئے تمام سیارے جو مقناطیسی قوت کی وجہ سے اٹکے ہوئے ہیں اور فضا میں گھوم پھر رہے ہیں تمام آپس میں ٹکرا کر چور ہوجائیں گے اور فنا کی گھاٹ اُتر جائیں گے جس کا نام قیامت ہے اس کو سائنس Big Crunch بگ کرنچ کہتی ہے، قرآن کتنا عظیم ہے کہ آج سائنس اُس کے ہر ہر حرف کی تصدیق کرتی ہے۔

زمین وآسمان ملے ہوئے تھے پھر اللہ نے ان کو جدا کیا

اہل سائنس کا نظریہ ہے کہ زمین وآسمان کی پیدائش سے قبل کائنات میں گیس (دھواں) تھی Big Rang زبردست دھماکے کی وجہ سے اس میں زبردست حرکت ہوئی پھر گردش کرتے ہوئے کچھ مادے منجمد ہوکر آسمان بنے اور کچھ منجمد ہوکر سورج اور زمین بنی آسمان اتنی بلندی پر ہے

کہ اہل سائنس کی دوربین کی نگاہ بھی آسمان تک نہیں پہنچتی ہے اتنی ساری ترقی کے باوجود صرف ایک کونے ہی تک نگاہ پہنچ سکی ہے، چونکہ ابھی تک سائنس نے آسمان کو دیکھا نہیں ہے اس لئے وہ آسمان کا اقرار نہیں کرتے اور انکار بھی نہیں کرتے البتہ وہ یہ ضرور کہتے ہیں کہ کائنات کی تمام چیزیں پہلے ملی جلی تھیں زبردست دھماکے کے بعد ہی یہ سب الگ الگ ہونی شروع ہوئیں چنانچہ یہی اعلان قرآن پاک نے بھی کیا کہ زمین وآسمان پہلے ملے جلے تھے بعد میں ہم نے یعنی اللہ نے ان کو اپنی قدرت سے الگ الگ کیا ہے اس آیت میں اس کی وضاحت ہے۔ اَوَلَمْ یَرَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ کَانَتَا رَتْقاً فَفَتَقْنٰھُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَئیٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ (سورۃ انبیاء ۲۱ آیت ۳۰) ترجمہ: کیا جو لوگ کفر اختیار کیے ہوئے ہیں انہیں علم نہیں کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے پھر ہم نے دونو کو الگ الگ کیا، اس آیت میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ ابتدا میں زمین وآسمان گیس کی حالت میں ملے جلے تھے پھر ہم نے ان کو جدا جدا کیا ہے اور یہی بات سائنس کہتی ہے

اس آیت کی اصل اور اہم تفصیل تو وہ ہے جو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ زمین وآسمان کی منہ بند تھے بارش نہیں ہوتی تھی پھر ہم نے دونوں کا منہ کھول دیا اور بارش برسنے لگی اور روئیدگی ہونے لگی لیکن الفاظ قرآن میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ کہا جائے کہ زمین وآسمان ملے جلے تھے پھر اللہ نے دونوں کو الگ الگ کیا، واللہ اعلم بالصواب

کائنات وسیع ہوتی جارہی ہے

سائنس کا نظریہ یہ ہے کہ Big Bang زبردست دھماکے کے بعد کچھ مادے منجمد ہو کر ستارے اور سیارے بن گئے اور کچھ گیس (دھواں) ابھی تک منجمد نہیں ہوئی ہے وہ ابھی تک گیسی حالت میں ہے اور وہ گیس قدرت خداوندی سے مسلسل پھیلتی جارہی ہے اور وسیع ہوتی جارہی ہے

Space Facts

اگر یہ نظریہ صحیح تسلیم کر لیا جائے تو قرآن کریم اس کی تائید کرتا ہے ارشاد ربانی ہے وَالسَّمَآءَ بَنَیْنَا ھا بِاَیْدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (سورۃ الذاریات ۵۱ آیت ۴۷) ترجمہ: اور ہم نے آسمان کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور ہم وسیع کرتے جارہے ہیں۔ موسون کا ترجمہ وسیع

قدرت والے بھی ہے اور اسی کو عام مفسرین نے لیا ہے لیکن الفاظ میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ اس کا ترجمہ ''ہم آسمان کو وسیع کرتے جا رہے ہیں'' لے لیا جائے۔

آسمان کو اتنا اونچا بنایا ہے کہ وہاں تک نگاہ پہنچانا مشکل ہے

پچھلے صفحات پر عرض کیا گیا ہے کہ پہلے آسمان کے نیچے نیچے لاکھوں مجموعہ جھرمٹ کہکشاں Super Clusters موجود ہیں اب اس میں کتنی جھرمٹ کہکشاں Clusters ہیں اور اس کے اندر کتنی کہکشائیں Galaxies ہیں اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہماری کہکشاں سے قریب تر کہکشاں کی دوری 2,200,000 لائٹ ائر ہے تو دور کے مجموعہ جھرمٹ کہکشاں Supercluster کی دوری کتنے کروڑ یا کتنے ارب لائٹ ائر ہوگی اور آسمان تو اس سے بھی کہیں دور ہے تو بتلائے کہ آسمان کی دوری کتنی ہوگی اس کا تصور کرنے سے دل کانپ اُٹھتا ہے کہ اللہ نے کیا عجیب کائنات کی وسعت بنائی ہے خود اہل سائنس اس کی وسعت کو دیکھ کر حیران ہیں۔

قرآن کریم نے اسی وسعت کو بیان کرتے ہوئے بہت پہلے کہا تھا اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَہَا (سورۃ الرعد ۱۳ آیت ۲) ترجمہ: اللہ وہی تو ہے جس نے آسمانوں کو بلند کر رکھا ہے بغیر ستونوں کے جیسا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ دوسری جگہ فرمایا رَفَعَ سَمْکَہَا فَسَوّٰاہَا (سورۃ النزاعت ۷۹ آیت ۲۸) ترجمہ: اسی اللہ نے آسمان کی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا، خالق ارض وسماء خود اس کی بلندی کو بیان کرے تو کیا پوچھنا۔

ایک دوسرے موقع پر قرآن نے وجد میں آکر کہا کہ آسمان کو بار بار دیکھو تو اس میں کوئی رخنہ، نقص یا کمی نظر نہیں آئے گی بلکہ اس کی وسعت اور اس کی ہیبت دیکھ کر خود تمہاری آنکھیں چندھیا جائے گی اور واپس آجائے گی آیت قرآنی کے انداز بیان کو دیکھیں۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَاتَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ہَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ خَاسِئًا وَّہُوَ حَسِیْرٌ۔ (سورۃ الملک ۶۷ آیت ۳۔۴) ترجمہ: جس ذات نے

سات آسمان تہ بتہ پیدا کردیئے آپ خدا رحمٰن کی کاریگری میں کوئی نقص وفطور نہیں دیکھیں گے پھر نگاہ ڈال کر دیکھیں نگاہ ہی آخر ذلیل ودر ماندہ ہوکر آپ کی طرف لوٹ آئے گی۔ آیت میں کتنی وضاحت کے ساتھ اعلان کیا کہ تخلیق خداوندی میں خامی تو کیا نظر آئے گی آپ کی نگاہ ہی عاجز ہوکر واپس ہوجائے گی اور پہلے آسمان کی چھت تک بھی آپ کی نگاہ کی رسائی نہیں ہو پائے گی، آج جو عاجزی اہل سائنس کو ہورہی ہے اس کا اعلان رب کائنات نے بہت پہلے کر دیا تھا۔

آسمان کس کو کہتے ہیں

عربی کا لفظ ''سماء'' کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے

(۱) کل مافوق فہوا سماء، جو کچھ آپ کے اوپر ہے اس کو آسمان کہتے ہیں اس اعتبار سے بارش اوپر سے برستی ہے جو بادل سے رس رس کر آتی ہے تو اس کو بھی ''سما'' آسمان کہیں گے، اس محاورے کے اعتبار سے قرآن نے متعدد بار بارش برسنے کے مقام کو ''السماء'' سے تعبیر کیا ہے ارشاد ہے فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ (سورۃ الحجر ۱۵ آیت ۲۲) ترجمہ: پھر ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر وہی پانی ہم تم کو پلاتے ہیں، وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (سورۃ البقرہ ۲ آیت ۲۲) ترجمہ: اور آسمان سے پانی اتارا، ان آیتوں میں جس سے بارش برستی ہے اور آسمان کی چھت سے بہت نیچے ہے زمین سے صرف نو، دس میل اونچائی تک بادل ہوتا ہے اس کو آسمان کہا ہے۔ حالانکہ اس سے تو اربوں کھربوں میل دور آسمان کی چھت ہے

(۲) کچھ سائنس دانوں کا نظریہ یہ ہے کہ فضاء میں لاکھوں کہکشاں ہیں ان میں سے ہر کہکشاں کی اپنی اپنی حدود ہیں ایک کہکشاں کی ساری حدود ملا کر ان کو ایک آسمان قرار دے دیا جائے اس طرح جتنے کہکشاں ہوں گے اتنے آسمان مان لئے جائیں گے۔

(۳) تیسرا نظریہ یہ ہے کہ سارے ستارے سیارے اور تمام کہکشاں میں پہلے آسمان کے نیچے نیچے ہیں اور پہلے آسمان کی چھت ان تمام کہکشاؤں اور مجموعہ جھرمٹ کہکشاں Super Cluster سے بھی اوپر ہے اور ہر آسمان اپنے نیچے کے آسمان کو محیط ہے اس نظریئے کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے ارشاد ربانی ہے۔ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔ (سورۃ البقرہ ۲ آیت ۱۶۴) ترجمہ: اور بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر

ہیں ان سب میں عقل رکھنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں اس آیت میں بتایا کہ بادل زمین اور آسمان کے درمیان مسخر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان بادل سے بہت پرے ہے دوسری آیت میں ہے وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ (سورۃ الملک ۶۷ آیت ۵) ترجمہ: بے شک ہم نے سماء دنیا کو چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور ہم نے ان کو شیطانوں کو مارنے کا ذریعہ بنایا ہے تیسری آیت میں ہے۔ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ (سورۃ الصفت ۳۷ آیت ۵) ترجمہ: بے شک ہم نے سماء دنیا کو ستاروں سے آراستہ کیا ہے۔ ان دونوں آیتوں میں وضاحت کی گئی ہے کہ یہ تمام ستارے چاہے کسی کہکشاں کے ہوں وہ سماء دنیا یعنی پہلے آسمان کے نیچے نیچے ہیں خداوند کریم خود فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا ہے۔

(۴) چوتھا نظریہ یہ ہے کہ سماء کا لفظ کبھی اوپر کے لئے استعمال ہوتا ہے کبھی مقام بادل کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی اصلی آسمان کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کی چھت انتہائی مظبوط اور بہت بلند ہے۔ اور مختلف آیتیں مختلف معنوں میں استعمال ہوئیں ہیں۔ البتہ جہاں انتہائی عظیم آسمان میں غور کرنے کے لئے کہا ہے وہاں وہ اصلی آسمان مراد ہوتے ہیں جس کی چھت بلند ہے اور جس کے نیچے نیچے تمام ستارے اور کہکشائیں ہیں۔ دلائل کی اعتبار سے یہی نظریہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

آسمان کی محفوظ چھت ہے

قرآن کریم نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ آسمان کوئی پھسپھسی چیز نہیں ہے بل کہ وہ ایک محفوظ چھت ہے اب یہ الگ بات ہے کہ وہ چھت گیس کی لمبی چوڑی پٹی کی ہے یا روشنی کی ہے یا مقناطیس کی ہے یا کسی دھات کی ہے اس کی وضاحت قرآن کریم نے نہیں کی ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے اور ہم لوگوں کو اس کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ یہ ضرور بتلایا ہے کہ وہ محفوظ چھت ہے اور اس میں فرشتوں اور اعمال کے اوپر چڑھنے اور ان کے اترنے کے لئے دروازے ہیں ارشاد ربانی ہے۔ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱ آیت ۳۲) ترجمہ: اور ہم نے (اللہ نے) آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا ہے دوسری جگہ ہے اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ

فِرَاشاً وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً (سورۃ البقرہ ۲ آیت ۲۲) ترجمہ: وہی پروردگار ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ایک فرش اور آسمان کو ایک چھت بنا دیا ہے۔ تیسری آیت ہے۔ رَفَعَ سَمْکَهَا فَسَوّٰاهَا (سورۃ النزعات ۷۹ آیت ۲۸) ترجمہ: اور اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا۔ ان تینوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ آسمان کی محفوظ چھت ہے تیسری آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ چھت بہت بلند ہے پچھلے صفحے پر یہ تحقیق گذر چکی کہ وہ اتنی بلند ہے کہ آج تک کسی دوربین کی نگاہ بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکی۔

آسمان تہ بتہ ہیں

قرآن کریم اس کی وضاحت بھی کرتا ہے کہ آسمان سات ہیں اور وہ تہ بتہ ہیں، اب ان کی ہیئت کذائی کیا ہے یہ خالق کائنات ہی کو معلوم ہے، البتہ یہ ضرور بتلایا ہے کہ آسمان تہ بتہ ہیں ارشاد ربانی ہے۔ اَلَمْ تَرَ وْ كَيْفَ خَلَقَ اللهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (سورۃ نوح ۷۱ آیت ۱۵) ترجمہ: کیا آپ نے اس پر نظر نہیں کیا کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بتہ پیدا کیے ہیں۔ دوسری آیت میں ہے۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (سورۃ الملک ۶۷ آیت ۳) ترجمہ: جس ذات نے سات آسمان تہ بتہ پیدا کر دیا، ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ سات آسمان ہیں اور وہ بھی تہ بتہ ہیں اور ہم جس آسمان کے نیچے رہتے ہیں یہ سماء دنیا یعنی پہلا آسمان ہے۔

اہل سائنس کی نگاہ ابھی پہلے آسمان تک بھی نہیں پہنچی ہے اس لئے وہ نہ آسمان کی چھت کا اقرار کرتے ہیں اور نہ انکار کرتے ہیں اور جب پہلے آسمان کے سلسلے میں تذبذب میں ہیں تو سات آسمان کے بارے میں کیا اظہار رائے کریں گے، ان کے بارے میں اور بھی خاموش ہیں، چوں کہ ان لوگوں کے نظریے کا مدار تحقیق و مشاہدہ پر ہے اس لئے تحقیق و مشاہدے سے پہلے وہ کچھ نہیں کہتے ہیں ماموش رہتے ہیں۔

آسمان بغیر ستون کے کھڑے ہیں

سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ یہ سارے ستارے، سیارے اور چاند گیس منجمد ہو کر بنے ہیں اور اتنے بھاری بھر کم ہونے کے باوجود فضاؤں میں معلق ہیں اور گیس بلون کی طرح فضا میں گھوم

رہے ہیں اور اپنے اپنے مدار میں تیزی سے دوڑ رہے ہیں، ستارے سیارے اور چاند کے اندر زبردست مقناطیس ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور اسی کشش کی وجہ سے یہ سارے ستارے، سیارے اور چاند فضا میں ٹکے ہوئے ہیں اور معلق ہیں۔

آسمان تک چونکہ سائنس کی رسائی نہیں ہوئی ہے اس لئے ان کے بارے میں وہ کچھ نہیں بولتے البتہ یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ جب اتنے بڑے بھاری بھرکم اجرام صرف کشش کی وجہ سے فضا میں ٹکے ہوئے ہیں اور معلق ہیں تو آسمان بھی بغیر ستون کے معلق ہوسکتے ہیں یہ کوئی بعید بات نہیں ہے سائنس اپنے قواعد سے اس کے مکمل موید ہے۔

قرآن کریم کا اعلان یہ ہے کہ جس طرح بھاری بھرکم ستارے بغیر ستون کے فضا میں اٹکے ہوئے ہیں بل کہ تیزی سے دوڑ رہے ہیں اسی طرح ان تمام ستاروں اور کہکشاں پر محیط آسمان بھی بغیر ستون اور کھنبے کے قائم ہیں اللہ کی قدرت کا اندازہ لگائیں کہ ساتوں آسمانوں کو جو تہ بتہ قائم ہیں بغیر کسی ستون کے صرف اپنے امر اور حکم سے درمیان میں تھامے ہوئے ہیں، خلاق عالم کے اس اعلان کو پڑھیں، خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (سورۃ لقمن ۳۱ آیت ۱۰) ترجمہ: اسی اللہ نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بنایا ہے تم ان کو دیکھ رہے ہو، دوسری آیت میں ہے اللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (سورۃ الرعد ۱۳ آیت ۲) ترجمہ: اللہ وہی تو ہے جس نے آسمانوں کو بلند کر رکھا ہے بغیر ستون کے جیسا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔

اس عجیب شان قہاری کو دیکھ کر عقل حیران ہے کہ بغیر کسی ستون کے ان تمام ستاروں کو اور ساتوں آسمانوں کو تھامے ہوئے ہیں اور عربوں سالوں سے ایک بال برابر بھی ہٹنے نہیں پائے فتبارك الله احسن الخالقين۔

سورج اور دیگر سارے فضاؤں میں معلق گھوم رہے ہیں

پرانے فلکیات کا نظریہ یہ تھا کہ سورج، چاند، اور دیگر سیارے آسمان میں کیل کی طرح گڑے ہوے ہیں اور وہ آسمان زمین کے گرد گھومتے ہیں جس کے گھومنے کی وجہ سے یہ سیارے بھی اور سورج اور چاند بھی زمین کے گرد گھومتے ہیں اور اسی سے رات اور دن ہوتے ہیں، یہ سیارے فضاؤں میں معلق نہیں ہیں، لیکن قرآن کریم نے اس زمانے میں بھی صحیح حقائق کی طرف

نشاندہی کرتے ہوئے کہا تھا کہ سورج، چاند اور دیگر سیارے آسمان میں کیل کی طرح گڑے ہوئے نہیں ہیں بل کہ یہ سارے فضاء میں معلق ہیں، خود زمین بھی فضاء میں معلق ہے اور گھوم رہی ہے اللہ تعالی نے ستاروں اور سیاروں اور کے درمیان اتنی کشش پیدا کی ہے کہ وہ کشش کی وجہ سے درمیان میں اٹکے ہوئے ہیں اور بہت تیزی سے اپنے اپنے مدار میں دوڑ رہے ہیں۔ آیت۔ پر غور فرمائیں وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔ (سورة الانبیاء ۲۱ آیت ۳۳) ترجمہ: اور وہی تو جس نے رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو پیدا کر دیا ہے، سب اپنے اپنے دائرہ میں تیر رہے ہیں، تیرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ فضاؤں میں معلق ہو کر فضاؤں کے اندر تیر رہے ہیں کسی سخت چیز میں گڑے ہوئے نہیں ہیں دوسری آیت میں اعلان ہے وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (سورة یس ۳۶ آیت ۴۰) ترجمہ: چاند، سورج، ستارے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں ان آیتوں میں ''کل'' لا کر اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ صرف چاند اور سورج ہی نہیں تیر رہے ہیں بل کہ ہر ایک سیارہ یا ستارہ جو آسمان میں نظر آ رہے ہیں یہ آسمان اول کے نیچے نیچے ہیں اور فضاء میں تیر رہے ہیں سائنسی تحقیقات کے اعتبار سے خود زمین بھی فضاء میں معلق ہے اور تیر رہی ہے اور تمام ستارے اور سیارے بھی اپنے اپنے مدار میں تیزی سے دوڑ رہے ہیں گویا کہ سائنسی تحقیقات نے قرآن کریم کی مکمل تائید کر دی۔

سیاروں کے لئے مدار ہیں

سائنسی تحقیقات یہ ہے کہ آسمان میں تمام ستارے، سیارے اور چاند محو گردش ہیں اور تقریبا تمام سیاروں کے لئے تین تین قسم کی گردش ہیں۔

(۱) اپنے مقام پر رہ کر گول گھومتے رہتے ہیں، جس کو ''محوری گردش'' کہتے ہیں

(۲) ہر ستارہ کا اپنے گول دئرے میں روٹ ہے جس کو مدار کہتے، اس میں گردش کرتے ہوئے دوڑتے رہنا اس کو ''سالانہ گردش'' کہتے ہیں۔

(۳) دوسرے ستار یا سیارے کی اتباع و معیت میں گردش کرنا جیسے زمین سورج کے ساتھ گردش کرتی ہے کہ جدھر جدھر سورج جاتا ہے ادھر ادھر زمین بھی دوڑتی پھرتی ہے اس کو ''اتباع گردش'' کہتے ہیں تقریباً ہر ستارے یا سیارے کے لئے یہ تین قسم کی گردشیں ہیں۔

سالانہ گردش کرنے لئے ہر ستارے، سیارے اور چاند کے لئے ایک روٹ متعین ہے جس

کو اردو میں ''مدار'' کہتے ہیں اس پر ہر ستارہ تیزی سے دوڑ رہا ہے اور بغیر کسی سستی کے مسلسل دوڑے جا رہا ہے۔

قرآن کریم بہت پہلے اعلان کر دیا تھا کہ ہر ستارہ یا سیارہ کا اپنا اپنا مدار ہے اور وہ بہت تیزی کے ساتھ اس طرح دوڑ رہے ہیں جیسے وہ ہواؤں میں تیر رہے ہوں، ان آیتوں کو پھر پڑھیں، هُوَالَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَسْبَحُوْنَ (سورۃ الانبیاء۲۱ آیت ۳۳) ترجمہ: وہی ذات تو ہے جس نے رات کو، اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو پیدا کر دیا ہے سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں، دوسری جگہ ہے وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَسْبَحُوْنَ۔ (سورۃ یٰسین ۳۶ آیت ۴۰) ترجمہ: چاند، ستارے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں، دونوں آیتوں میں چاند اور سورج کے لئے یہ بتایا کہ یہ دونوں اپنے اپنے مدار میں روٹ میں تیر رہے ہیں، ساتھ ہی لفظ ''کل'' یہ بتا رہا ہے کہ دوسرے ستاروں اور سیاروں کے لئے بھی اسی طرح مدار اور روٹ ہیں اور وہ ان میں تیزی سے دوڑ رہے ہیں، جو بات آج سائنس مشاہدے کے بعد کہتی ہے وہی بات خالق کائنات نے بہت پہلے لوگوں سے کہا تھا۔

سورج اور چاند مسلسل دوڑ رہے ہیں

سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ سورج، چاند اور دیگر ستارے اور سیارے مسلسل دوڑ رہے ہیں۔ جہاں اُن کے لئے تیزی متعین کی وہاں کشش کی وجہ سے تیز دوڑتے ہیں اور جس مقام پر سست رفتاری متعین کی گئی ہے وہاں کشش کی کمزوری یا دیگر اسباب سے وہ سست رفتاری سے دوڑتے ہیں، بہر حال وہ دوڑ مسلسل رہے ہیں۔

قرآن نے بھی یہی اعلان کیا ہے کہ یہ مسلسل اپنی رفتار سے دوڑ رہے ہیں خاص طور پر چاند اور سورج کے لئے تو خاص ارشاد فرمایا ہے، ارشاد ربانی ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ وَسَخَّرَلَكُمْ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ (سورۃ ابراھیم ۱۴ آیت ۳۳) ترجمہ: اور تمہارے نفع کے لئے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا جو مسلس دوڑ رہے ہیں، اس آیت سے پتہ چلا کہ سورج اور چاند مسلسل چل رہے ہیں، اور یہی تحقیق سائنس کی ہے۔

سورج تیزی سے بھاگا چلا جارہا ہے

یہ تحقیق تو صحیح نہیں ہے کہ سورج زمین کے گرد گھوم رہا ہے، بل کہ صحیح وہی ہے کہ سورج، زمین اور چاند وغیرہ معلق ہیں اور زمین سورج کے سامنے سے چوبیس گھنٹے میں ایک بار چکر کاٹ لیتی ہے جس کی وجہ سے دن رات بنتے ہیں۔

سائنس یہ کہتی ہے کہ سورج کہکشاں کے ساتھ ایک سیکنڈ میں ۲۵۰ کیلومیٹر تیز دوڑ رہا ہے اور اپنے مدار پر ایک سیکنڈ میں ۱۹ کیلومیٹر دوڑ رہا ہے۔ گویا کہ وہ اپنی منزل کی طرف بے تحاشا بھاگا جارہا ہے اور اپنے ساتھ باقی نو سیارے اور اکسٹھ چاندوں کو بھی بھگائے جارہا ہے اور یہ دوڑ اتنے حساب سے ہے کہ ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہیں پڑتا، چونکہ ان سیاروں کو لے کر دوڑنے کا مرکز سورج ہے اس لئے قرآن کریم نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سورج اپنی منزل کی طرف بھاگا جارہا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سورج کے ساتھ نو سیارے خود ہماری زمین اور ہمارا چاند بھی بھاگے جارہے ہیں لیکن چونکہ ان کا مرکز سورج تھا اس لئے اسی کی طرف اشارہ کیا، ارشاد ربانی ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّلَّھَا ذَالِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِالْعَلِیْمِ۔ (سورۃ یٰسین ۳۶ آیت ۳۸)

ترجمہ: سورج بڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف بھاگا جارہا ہے اس کا اعلان قرآن کریم نے بہت پہلے کردیا تھا۔

سورج ہر آن سجدہ کرتا ہے

بخاری شریف جلد ثانی ۴۵۴ پر ابوذرؓ کی حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ سورج عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور آگے بڑھنے کی اجازت مانگتا ہے تو آگے بڑھنے کی اجازت مل جاتی ہے قیامت کے قریب کہا جائے گا کہ واپس لوٹ جاؤ تو وہ واپس لوٹ جائے گا اور سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوتا ہوا نظر آئے گا بخاری ۴۵۴ جلد ۲ سائنسی اعتبار سے اس کی توضیح یہ ہے کہ جس طرح بجلی پنکھا اپنے گھومنے میں ہر آن کرنٹ اور بجلی کا محتاج رہتا ہے اور کرنٹ اور بجلی بند ہو جائے تو فوراً ہی پنکھے کی گردش بند ہو جاتی ہے بل کہ اگر کوئی گرفت نہ ہو تو پنکھا تھوڑی دیر کے لئے واپس الٹا گھومنے لگتا ہے۔

اسی طرح سورج اپنی گردش میں ہر وقت امر الٰہی کا محتاج ہے اور گویا کہ سورج ہمہ وقت امر الٰہی کے سامنے سجدہ ریز ہے اور اسباب ظاہرہ کے اعتبار سے مقناطیس اور کشش پیدا کرنے کے لئے گیس، انرجی اور ایدھن کا محتاج ہے۔ قرب قیامت میں گیس ختم ہو جائے گی جس کی وجہ سے مقناطیس ختم ہو جائے گا اور کشش بھی کمزور پڑ جائے گی نتیجے کے طور پر سورج آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے کی طرف لوٹ پڑے گا گویا کہ اس کو اللہ کی جانب سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ملی بل کہ پیچھے لوٹنے کا حکم ملا، جب سورج پیچھے لوٹے گا تو زمین کی گردش بھی اُلٹی ہو جائے گی، یعنی ابھی زمین مغرب سے مشرق کی طرف گھوم رہی ہے اس وقت وہ اُلٹی گھومے گی یعنی مشرق سے مغرب کی طرف گھومے گی اور سورج مغرب سے نکلتا ہوا اور مشرق میں ڈوبتا ہوا نظر آئے گا۔

سورج بھڑکتا ہوا چراغ ہے

سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ سورج میں ۷۵ فیصد ہائیڈروجن گیس ہے اور ۲۵ فی صد ہیلیم گیس ہے ہائیڈ وجن گیس ہمہ وقت ہیلیم گیس میں تبدیل ہوتی رہتی ہے ایک سیکنڈ میں 600,000,000 (ساٹھ کروڑ) ٹن ہائیڈروجن گیس ہیلیم میں تبدیل ہوتی ہے۔ جب یہ ہیلیم گیس میں تبدیل ہوتی ہے تو سورج میں زبردست گرمی پیدا ہوتی ہے۔ سورج کے اندر کی جانب 15,000,000 (ایک کروڑ پچاس لاکھ) سینٹی گریڈ یا 2,70 000,000 (دوکروڑ ستر لاکھ) فارن ہیٹ گرمی ہے اور سورج کی اوپر کی سطح پر 5,500 پانچ ہزار پانچ سو سینٹی گریڈ یا 9,900 نو ہزار نو سو) فارن ہیٹ گرمی ہے اس میں ہمہ وقت آگ بھڑکتی رہتی ہے جس کی وجہ سے اس کے شعلے کئی ہزار میل اٹھتے رہتے ہیں، گیس کی تبدیلی کی وجہ سے بھی اس میں کئی ہزار میل کے فوارے اٹھتے رہتے ہیں اور وہ فوارے آگ کی شکل کے شعلے ہوتے ہیں، یہی گرمی اور روشنی زمین پر اور چاند پر اور سورج کے ساتھ گھومنے والے باقی آٹھ سیاروں پر جاتیں ہیں، زمین چاند اور باقی آٹھ سیارے منجمد مٹی کی طرح ہے اور ٹھنڈے ہیں ان میں اپنی گرمی نہیں ہے اور نہ ہی اپنی روشنی ہے یہ سورج کی گرمی سے گرم ہوتے ہیں اور سورج کی روشنی سے روشن ہوتے ہیں۔

قرآن کریم نے سائنسی تحقیقات سے بہت پہلے اعلان کیا تھا کہ سورج میں اپنی گرمی اور اپنی روشنی ہے بلکہ وہ بھڑکتے ہوئے شعلوں کا گولا ہے، آپ خالق کائنات کے ان آیتوں کو غور سے

پڑھیں وَ جَعَلْنَا سِرَاجاً وَّ هَّاجًا (سورة انبیاء ۷۸ آیت ۱۳) ترجمہ: اور ہم نے ہی بھڑکتا ہوا چراغ بنایا وَهَّاج کے معنی بہت بھڑکنے کے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ سورج میں بہت لمبے لمبے شعلے اٹھتے ہیں جس کی وجہ سے وہ انتہائی تیز بھڑکتا ہے، اور یہی بات سائنس کہتی ہے آپ دوسری آیت کو بھی پڑھ لیں، وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُوْراً وَ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (سورة نوح ۷۱ آیت ۱۶) ترجمہ: اور ان میں چاند کو نور کی چیز بنایا اور آفتاب کو چراغ کی طرح روشن بنایا، چراغ میں روشنی اپنی ہوتی ہے اس سے پتہ چلا کہ سورج میں گرمی اور روشنی اپنی ہے اور چاند اور زمین کی طرح دوسروں کی روشنی سے منور نہیں ہے۔

چاند کی روشنی اپنی نہیں ہے

سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ چاند زمین ہی کی طرح ٹھنڈا ہے اس میں آگ نہیں ہے اس میں روشنی بھی نہیں ہے چاند پر سفید ریت ہے اس لئے سورج کی روشنی اس پر پڑتی ہے تو وہ چمک اُٹھتا ہے اور اہل زمین کو چاند روشن نظر آتا ہے۔

خالق کائنات نے اپنی دائمی کتاب میں بھی سورج اور چاند کے درمیان روشنی کو الگ الگ کرتے ہوئے یہی کہا ہے کہ سورج میں بھڑکتی ہوئی آگ ہے اور چاند دوسروں کی روشنی سے منور ہوتا ہے ارشاد ربانی ہے وَجَعَلَ القَمَرَ فِيهِنَّ نُوراً وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (سورة نوح ۷۱ آیت ۱۶) ترجمہ: اور ان میں چاند کو نورانی چیز بنایا اور آفتاب کو چراغ کی طرح روشن بنایا۔ دوسری آیت میں ہے تَبَارَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ السَّمَآءِ بُرُوْجاً وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرا جاً وَّ قَمَراً مُّنِيْراً (سورة الفرقان ۲۵ آیت ۶۱) ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور اس میں ایک چراغ اور نورانی چاند بنا دیا۔ ان دونوں آیتوں میں سورج کو "سراج" چراغ کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اپنی روشنی ہے اور چاند کو منیر کہا ہے یا اس میں نور ہونا کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اپنی روشنی ہے اور چاند کو منیر کہا ہے یا اس میں نور ہونا کہا ہے جس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ اس میں اپنی روشنی نہیں ہے بل کہ دوسرے کی روشنی سے روشن ومنور ہوتا ہے جو بات سائنس نے برسوں بعد کہی ہے وہ بات قرآن نے صرف ایک لفظ میں بہت پہلے بیان کر دیا تھا۔

چاند اور سورج کا روٹ الگ الگ ہے

سورج کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بات ذکر کی جا چکی ہے کہ سورج کی طرح چاند کا بھی الگ مدار ہے جس پر وہ ایک گھنٹے میں 3697.2 کیلو میٹر دوڑتا ہے، البتہ سورج کا روٹ زمین کے گرد نہیں ہے بل کہ ان کا الگ اپنا روٹ ہے، اپنا مدار ہے جو کہ کہکشاں کے اندر ہے اور مجمع النجوم شلیاق کی طرف دوڑا جا رہا ہے اور چاند کا روٹ زمین کے ارد گرد ہے اور زمین کی چاروں طرف دوڑتا ہے اسی حقیقت کو قرآن نے واضح کرتے ہوئے کہا کہ سورج چاند کو گرفت میں نہیں لے سکتا کیوں کہ دونوں کی گردشیں بالکل الگ الگ ہیں اس آیت کو پڑھیں لَاالشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَآاَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَاالَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (سورۃ یسین ۳۶ آیت ۴۰)
ترجمہ: نہ آفتاب میں کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اس آیت میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ دونوں کا روٹ ”مدار“ بالکل مختلف ہے، سائنس نے تحقیق کے بہت بعد میں اس کی وضاحت کی کہ سورج اور چاند کا روٹ الگ الگ ہے اور قرآن نے بہت پہلے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا۔

آدمی چاند پر پہنچ سکتا ہے

۲۱ جولائی ۱۹۶۹ء کو نیل ارمسٹرونگ Neil armstrong چاند پر پہلی مرتبہ قدم رکھا اور اس کے بعد کئی آدمی چاند پر پہنچ گئے اور وہاں سے سیمپل بھی لائے، پرانے خیالات کے لوگوں کو اس کا یقین بھی نہیں آتا تھا کہ ایسا ہو بھی سکتا ہے، کیوں کہ وہ لوگ چاند کو مقدس دیوتا سمجھتے تھے اور اتنا دور خیال کرتے تھے کہ اس تک پہنچنا بہت مشکل ہے، فلسفہ قدیم کہتے تھے کہ یہ پہلے آسمان میں کیل کی طرح گڑا ہوا ہے اور پہلے آسمان تک پہنچنا انسان کے لئے مشکل ہے۔

لیکن قرآن نے پہلے ہی اعلان کیا تھا کہ چاند سورج اور دیگر سیارے تمہاری خدمت کے لئے پیدا کئے ہیں اور وہ تمہارے لئے مسخر ہیں مسخر کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ آپ اس کی روشنی اور گرمی سے مستفید ہوں گے لیکن یہ بھی کوئی بعید نہیں ہے کہ آپ وہاں تک پہنچ جائیں گے اور اس پر قدم رکھ کر اس سے استفادہ کریں گے جس طرح زمین پر رہائش اختیار کر کے اس سے استفادہ

کررہے ہیں۔تقریباً دس آیتوں میں تسخیر قمر کا تذکرہ ہے آپ ایک دو آیتیں ملاحظہ فرمائیں۔سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ (سورۃ ابراہیم ۱۴ آیت ۳۳) ترجمہ: اور اللہ نے مسخر کردیا تمہارے فائدے کے لئے سورج کو اور چاند کو جو مسلسل چل رہے ہیں۔ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ تمہارے لئے سورج اور چاند مسخر کردیئے ہیں ارادہ خداوندی سے تم چاند پر پہنچ سکتے ہو۔بل کہ دوسرے سیارے کی بنسبت چاند تو بہت قریب ہے۔ 384,403 km کیلومیٹر دوری پر ہے یہ زمین کا ہی بچہ اور اس کا متبع ہے،اس سے بھی دور کے سیارے مشتری اور مریخ پر بھی جاسکتے ہوں اس میں کوئی بعید نہیں ہے اسباب روانگی ہونے چاہیں۔

معراج میں حضورؐ تشریف لے گئے اس میں ساتوں آسمانوں کا سفر کیا زمین و آسمان کے بہت سے عجائبات کا نظارہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ انسان ان ستاروں پر صرف جا ہی نہیں سکتا بل کہ ایک کامل انسان تشریف لے جا بھی چکے ہیں اور وہاں کے عجائبات کو دیکھ بھی چکے ہیں۔پچھلے زمانے کے لوگ معراج کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور انکار کرتے رہے۔لیکن حالیہ خلائی سفر نے معراج کی بھی تصدیق کردی اور قرآن کریم کی آیتوں کی بھی تصدیق کردی انسان اپنی ترقی سے اس تیز رفتاری کے ساتھ دسیوں ٹن لوہے کو چاند کی سطح پر ڈال سکتے ہیں تو خالق کائنات کے حکم سے ایک انسان پوری برق رفتاری سے آسمان پر کیوں نہیں پہنچ سکتا؟

ستارہ زمین پر آکر گرسکتا ہے

جولائی ۱۹۹۴ء میں دمدار تارا اپنے مدار پر گردش کرتے ہوئے مشتری کے قریب آگیا،اور مشتری کی زبردست کشش کے باعث Jupiter سے آکر ٹکرا گیا اور کئی ٹکڑے ہوکر مشتری کی زمین میں دھنس گیا،مشتری کا وزن زمین کے وزن سے 317 گنا زیادہ ہے اور اس کی کشش سے ڈھائی گنا زیادہ ہے اس لئے بار بار ایسا ہوتا رہتا ہے کہ دمدار ستارہ مشتری کے قریب سے گذرتا ہے مشتری کی کشش کی وجہ سے وہ مشتری کی زمین سے ٹکرا جاتا ہے اور مشتری کی زمین نرم ہونے کی وجہ سے اس میں دھنس جاتا ہے،ایک دوسرے ستارے کے ساتھ ٹکرانے کا زبردست عمل تو قیامت میں ہوگا ابھی بھی دمدار ستارے کا معاملہ ایسا ہی ہے کہ وہ مشتری وغیرہ سیارے کے ساتھ ٹکراتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے اس پر زلزلہ سا آجاتا ہے،جب دمدار تارہ مشتری کے

ساتھ ٹکرا سکتا ہے تو وہ زمین کے ساتھ بھی ٹکرا سکتا ہے چنانچہ خلاق عالم نے بہت پہلے اس کا اعلان کیا تھا کہ دمدار تارے دوسرے ستاروں پر گرتے رہتے ہیں اور زمین پر بھی وہ تارا گر سکتا ہے ارشاد ربانی ہے اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَاءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا (سورۃ ملک ۶۷ آیت ۱۷)
ترجمہ: کیا تم اس سے نڈر ہو گئے ہو کہ جو آسمان میں ہے وہ تمہارے اوپر سنگریزے برسادے جب زمین پر سنگریزے اور کنکریاں گرانے کی دھمکی موجود ہے تو زمین پر دمدار تارے بھی گر سکتے ہیں اور مشتری پر بھی ستارے گر سکتے ہیں، اس لئے سائنس کی یہ تحقیق اور مشاہدہ کہ مشتری پر دمدار ستارے گرتے ہیں اور ٹکراتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بل کہ صدیوں پہلے قرآن نے اس کا اعلان کیا ہے۔

شہاب ثاقب زمین پر گرتے رہتے ہیں

سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ عمومی طور پر دو قسم کے سنگریزے اور چٹانیں زمین پر گرتے ہیں جس کو ہم شہاب ثاقب کہتے ہیں۔

(۱) دمدار تاروں کے ٹکڑے، فضا میں برف، گیس اور کچروں کا مجموعہ تارا ہوتا ہے جو سیاروں کی طرح سورج کے گرد نہیں گھومتا بل کہ اس کا مدار کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ کبھی گردش کرتے ہوئے سورج کے قریب آجاتا ہے. جب وہ سورج کے قریب آتا ہے تو سورج کی گرمی سے برف اور گیس پگھل کر پیچھے اُڑنے لگتے ہیں جو سورج کی روشنی میں بہت لمبی دم کی طرح معلوم ہوتی ہے اور وہ جب سورج سے دور ہو جاتا ہے تو انسانوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اس تارے کو دمدار تارہ کہتے ہیں۔

دمدار تارے مدار پر گردش کرتے ہوئے زمین کے مدار میں دخل ہو جاتے ہیں پھر وہاں سے گردش کرتے ہوئے زمین کے مدار سے باہر چلے جاتے ہیں. لیکن اپنے پیچھے بہت سی چٹان، کنکریاں اور سنگریزے چھوڑ جاتے ہیں، جب زمین وہاں سے گذرتی ہے تو وہاں چٹان کنکریاں اور سنگریزے چھوڑ جاتے ہیں، جب زمین وہاں سے گذرتی ہے تو وہاں چٹان کنکریاں سنگریزے زمین پر گرنے لگتے ہیں. جب وہ تیزی سے زمین پر آتے ہیں تو زمین سے پچاس میل اوپر کے فاصلے پر ہوا اور آکسیجن سے رگڑ کھا کر جل اُٹھتے ہیں کچھ تو جل کر فضا میں ہی راکھ ہو جاتے ہیں اور

کچھ جلتی ہوئی حالت میں زمین پر سالم گرتے ہیں. یہی گرتے ہوئے سنگریزے آدمی کو رات میں جلتا ہوا ستارہ کی طرح نظر آتے ہیں جس کو قرآن کریم شہاب ثاقب کہتے ہیں، ہر سال تقریباً اٹھائیس ہزار ٹن شہاب ثاقب زمین پر گرتے ہیں اور ایک گھنٹے میں پوری زمین پر ساٹھ ہزار عدد شہاب ثاقب گرتے ہیں.

(۲) دوسرے شہاب ثاقب آوارہ گرد چٹانیں ہیں، سائنسی تحقیق یہ ہے کہ مریخ اور مشتری کے درمیان ہزاروں میل کی پٹی ہے جس میں پانچ ارب سے زیادہ آوارہ گرد چٹانیں موجود ہیں. یہ سارے چٹانیں ایک ترتیب سے سورج کے گرد گردش کرتے ہیں، بہت سی چٹانوں کا مجموعہ خود مشتری کے آگے پیچھے بھی ہے جو مشتری کے مدار میں گردش کر رہا ہے یہ چٹانیں بھی اپنے مدار سے بھٹک کر دوسرے سیارے کی طرف چلی جاتی ہیں اور کچھ زمین کی طرف آجاتی ہیں، اور زمین سے پچاس میل اوپر ہوا اور آکسیجن سے رگڑ کھا کر جل اُٹھتی ہیں، جس کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔

نزول قرآن کے وقت آوارہ گرد چٹانوں کی تحقیق نہیں ہوئی تھی اس لئے شہاب ثاقب کے حقائق بیان کرنے میں مفسرین کو مشکلات پیش آئیں سائنسی تحقیقات نے اس راستے میں بڑی راہنمائی کی.

ممکن ہے یہ آوارہ گرد چٹانیں اور دمدار تارے کے سنگریزوں سے دو کام لئے جاتے ہوں۔

(۱) شریر قوموں پر عذاب مثلاً قوم لوط وغیرہ پر ان کی شرارت کی بنا پر یہی آوارہ گرد چٹانوں کی بارش برسادی ہو اور ساری قوم کو تباہ کر دیا ہو ارشاد ربانی ہے۔فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (سورۃ الحجر ۱۵ آیت ۷۴) ترجمہ: چنانچہ ہم نے اس بستی کے اوپر کا تختہ نیچے کر دیا اور ان قوموں پر کنکر کے پتھر برسائے. اس آیت سے معلوم ہوا کہ قوم لوط پر آسمان سے پتھر برسائے گئے ہیں تو ممکن ہے کہ یہ وہی آوارہ گرد چٹانیں ہوں جس کو اللہ نے ان قوموں پر برسنے کا حکم دے دیا ہو۔

دوسرا کام ان شہاب ثاقب یا آوارہ گرد چٹانوں سے آسمان کی حفاظت کا لیتے ہوں کہ کوئی شیطان وحی الٰہی یا احکام خداوندی کو چرا کر سننے کی کوشش کرتا ہے تو شہاب ثاقب کے ذریعہ اس کو مارا جاتا ہے جس کی وجہ سے یا تو شیطان مر جاتا ہے یا زخمی ہو کر بھاگتا ہے اور احکام خداوندی کی

جاسوسی کرنے نہیں پاتا، شیطانوں کو مارنے کے لئے کسی ستارے کو توڑنے کی ضرورت نہیں ہے بل کہ پہلے ہی سے اربوں کی تعداد میں گردش کرتی ہوئی چٹانیں پیدا کردی گئی ہیں کہ جب اس کی ضرورت پڑے صرف اس کا رخ شیطان کی طرف کردیا جائے وہ فوراً شیطان کو آ لگے اور اس کو چکنا چور کردے اس نقطے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے قرآن نے چار آیتوں میں اس کا ذکر کیا ہے ارشاد ہے۔ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَه شِهَابٌ ثَاقِبٌ (سورۃ الصفٰت ۳۷ آیت ۱۰)

ترجمہ: مگر ہاں جو شیطان کچھ خبر لے ہی بھاگا تو ایک دھکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ آسمان میں جہاں اللہ تعالی نے زینت کے لئے بڑے بڑے ستارے پیدا کئے ہیں وہیں شیطانوں کو مارنے کے لئے یا شریر قوموں پر عذاب دینے کے لئے آوارہ گرد چٹان بھی پیدا کئے جس کے ذریعہ حکم خداوندی کے چرانے کی حفاظت کی جاتی ہے شہاب ثاقب کی اصل حقیقت کیا ہے اس کو اللہ تعالی ہی جانتے ہیں۔ میں نے تو آج کی سائنس زبان میں ایک تحقیق پیش کی ہے واللہ اعلم

زمین اپنے مدار پر دوڑ رہی ہے

سائنسی تحقیق یہ ہے کہ زمین ہمہ وقت تین طرح کی گردش کر رہی ہے۔

(۱) سورج کے ساتھ گردش، سورج ایک سیکنڈ میں ۱۹ کیلومیٹر کی رفتار سے کہکشاں میں اپنی منزل کی طرف دوڑ رہا ہے اور اپنے ساتھ نو سیارے اور تقریباً ۶۱ چاند اور اربوں آوارہ گرد چٹانوں کو بھی دوڑائے چلا جا رہا ہے، چونکہ یہ نو سیارے سورج کے ساتھ ہو کر گردش کر رہی ہے تو زمین کی ایک گردش سورج کے ساتھ ہو کر ہوئی اس گردش میں سورج اصل مرکز ہے اس لئے قرآن نے سورج ہی کے بارے میں کہا وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (سورۃ یٰسین ۳۶ آیت ۳۸) ترجمہ: اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے۔

(۲) سالانہ گردش، زمین میں دوسری گردش سورج کے ارد گرد ہے جو ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے ۹ منٹ اور ۹۵۴ سیکنڈ میں پورا ایک چکر مار لیتی ہے. اس گردش میں زمین اپنے مدار پر ایک سیکنڈ میں ۱۸.۵۱ میل یا ۲۹.۷۹ کیلومیٹر کی فتار سے دوڑتی ہے اس کو زمین کی ''سالانہ گردش'' کہتے ہیں اسی گردش سے گرمی، سردی اور برسات کا موسم آتا ہے۔

پرانی فلکیات کا نظریہ تھا کہ زمین اپنی جگہ پر ساکن ہے اور سورج اور چاند زمین کے گرد گھوم رہے ہیں، جس سے سال بنتا ہے اور دن بنتے ہیں لیکن رب العالمین نے بہت پہلے اعلان کیا تھا کہ تم لوگ زمین اور پہاڑ کو ساکن سمجھ رہے ہو حالانکہ وہ بادل کی طرح فضا میں دوڑ رہی ہے ارشاد ربانی ہے وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (سورۃ النمل ۲۷ آیت ۸۸) ترجمہ: اور تو پہاڑوں کو دیکھ رہا ہے اور ان کے لئے خیال کر رہا ہے کہ وہ جنبش نہیں کرتے ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی طرح دوڑ رہے ہیں۔ جب پہاڑ بادل کی طرح دوڑ رہا ہے تو اس کے ساتھ زمین بھی بادل کی طرح دوڑے گی کیوں کہ پہاڑ تو زمین میں کھونٹے کی طرح گڑا ہوا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ زمین فضا میں بادل کی طرح بڑی تیزی سے دوڑ رہی ہے۔ اس دوڑ میں سورج کے گرد زمین کی سالانہ گردش بھی شامل ہے، اور روزانہ کی یومیہ گردش بھی، جس کو زمین کی محوری گردش کہتے ہیں وہ بھی شامل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ سائنس ابھی کہتی ہے کہ زمین گردش کر رہی ہے جب کہ رب العالمین نے بہت پہلے اس کی طرف اشارہ کیا تھا بل کہ پرانی فلکیات کے خلاف اعلان کیا کہ زمین خود بھی محو گردش ہے۔ (نوٹ) تمام مفسرین نے اس آیت کو قیامت میں پہاڑ دوڑنے کے بارے میں لیا ہے۔ لیکن ابھی پہاڑ دوڑ رہا ہو اس معنی میں لینے کی بھی آیت میں گنجائش ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۳) محوری گردش، زمین کی تیسری گردش یومیہ گردش ہے کہ زمین اپنی جگہ پر رہتی ہوئی چوبیس گھنٹے میں ایک چکر مار لیتی ہے جس سے دن اور رات بنتے ہیں اس کو زمین کی '' محوری گردش '' کہتے ہیں محوری گردش میں زمین ایک منٹ میں ۱۷ میل دوڑتی ہے۔ اس گردش میں زمین کی جس جانب سورج کی روشنی پڑتی ہے اس جانب دن ہوتا ہے اور جس جانب سورج کی روشنی نہیں پڑتی ہے وہاں رات ہوتی ہے زمین یومیہ گردش میں سورج کے سامنے گھومتی ہے تو رات ہٹتی جاتی ہے اور وہاں دن کا تڑکا آتا جاتا ہے وہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دن رات کو دبوچ رہا ہو، یا دن رات پر لپٹا جا رہا ہو۔ اسی طرح دن جب آگے ہٹتا جاتا ہے اور پیچھے سے رات آتی جاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رات دن کو آہستہ آہستہ دبوچ رہی ہو، یا رات دن پر لپٹی جا رہی ہے قرآن کریم نے زمین کی یومیہ گردش کے اسی منظر کو ان آیتوں میں پیش کیا ہے يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا (سورۃ الاعراف ۷ آیت ۵۴) ترجمہ: ڈھانپ لیتا ہے رات سے دن کو وہ جلدی سے اسے

آلیتی ہے دوسری آیت میں ہے یُکَوِّ رُ الّلَیْلَ عَلَی النَّھَارِ وَ یُکَوِّ رُ النَّھَا رَ عَلَی الَّیْلِ (سورۃ الزمر ۳۹ آیت ۵) ترجمہ: اللہ تعالی رات کو لپیٹتا ہے دن پر اور دن کو لپیٹتا ہے رات پر۔ ان آیتوں میں خفیف سا اشارہ ہے کہ زمین یومیہ گردش کرتی ہے جس کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رات دن کو دبوچ رہی ہے یا دن رات کو دبوچ رہا ہو، پچھلے زمانے میں جب لوگ زمین کو ساکن شمار کرتے تھے اس وقت ایسے حقائق کا بیان ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ کتاب کسی انسان کی نہیں خالق ارض وسماء کی ہے اور آج سائنس اس کی تائید کرنے پر مجبور ہے۔

زمین کو قابل رہائش بنایا

خالق کائنات نے بار بار انسانوں پر احسان جتایا ہے کہ میں نے زمین کو قابل رہائش بنایا ہے، جدید تحقیقات کا مطالعہ کریں تو محسوس ہوتا ہے کہ واقعی یہ انسانوں پر احسان عظیم ہے، کیوں کہ سورج کے ساتھ چلنے والے جو دوسرے آٹھ سیارے ہیں سائنس کہتی ہے کہ ان میں سے کسی میں حیوانات کے رہنے کے اسباب نہیں ہیں۔

حیوانوں کی زندگی کے لئے دو چیزیں بنیادی ہیں ایک وافر مقدار میں پانی دوسری کافی مقدار میں آکسیجن (ہوا) تیسری بات یہ ہے کہ وہاں اتنی سردی نہ ہو کہ جانور برف بن جائے اور نہ اتنی گرمی ہو کہ حیوان جھلس جائے، اسی طرح زہریلی گیس بھی نہ ہو کہ اس سے اس کی زندگی ختم ہو جائے ان بنیادی ضرورتوں پر نظر ڈالی جائے تو زمین کے علاوہ یہ ضرورتیں کسی سیارے پر پوری نہیں ہوتیں۔ آکسیجن چاند پر موجود نہیں ہے عطارد پر 56 فیصد آکسیجن ہے لیکن وہ اتنا گرم اور اتنا سرد ہوتا ہے کہ اس پر کسی حیوان کا جینا مشکل ہے۔ مریخ پر عشاریہ سات فیصد آکسیجن ہے جو حیوانی رہائش کے لئے کافی نہیں ہے صرف زمین پر 21 فیصد آکسیجن ہے جو حیوانی زندگی کے لئے کافی ہے باقی چھ سیاروں پر آکسیجن نہیں ہے۔ اسی طرح جتنی مقدار میں زمین پر پانی ہے اتنی مقدار میں کسی اور سیارے پر پانی نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے حیوان زندہ رہ سکے۔

تیسری بات یہ ہے کہ دوسرے سیاروں پر زمین کی طرح مناسب گرمی سردی نہیں مثلاً عطارد اور زہرہ پر سورج کی قربت کی وجہ سے گرمی بے پناہ ہے جس سے حیوان جل جائے گا مریخ پر مناسب گرمی سردی ہے لیکن اس پر زہریلی گیس کا گہرا بادل چھایا ہوا ہے جس کی وجہ سے حیوان

زندہ نہیں رہ سکتے مشتری، زحل، یورینس، نیپچون اور پلوٹو سورج سے بہت دور ہیں جس کی وجہ سے وہاں مناسب گرمی نہیں پہنچ پاتی اس لئے وہ سارے بہت سرد ہیں، وہاں حیوان برف بن جائے گا ان سیاروں میں ہائیڈروجن اور ہیلیم جیسی زہریلی گیس کی بھرمار ہے جس سے کسی کا زندہ رہنا مشکل ہے(۱)

اس لئے سردی گرمی اور گیس کے اعتبار سے لے دے کر زمین ہی انسان کے لئے قابل رہائش رہ جاتی ہے ممکن ہے کہ کسی اور سورج یا ستارے کے ساتھ زمین ہو اور وہاں پر حیات وزندگی کے اسباب ہوں جس کی تحقیق سائنس ابھی تک نہیں کر پائی ہے۔

زمین کے اوپر تقریباً 30 میل اوپر آکسیجن گیس کی ایک موٹی پٹی ہے جس کو اوزن لائر Ozone Layer کہتے ہیں اوپر سے سورج کی تیز اور نقصان دہ شعاعیں جو آتیں ہیں اوزن لائر اس کو جذب کر لیتی ہے اور صرف وہی شعاعیں زمین پر آنے دیتی ہے جو انسان اور حیوانات کے لئے مفید ہیں تو اوزن لائر بھی حیوانی زندگی کے لئے زمین کے گرد بہت مفید چیز ہے۔

نوٹ:(۱) تفصیل کی لئے مصنف کی کتاب فلکیات جدیدہ دیکھیں

جس طرح انڈے کے اندر پتلا مادہ ہوتا ہے اور اوپر سخت چھلکا ہوتا ہے اسی طرح زمین کے اندر بھی پتلا مادہ ہے اور انتہائی گرم ہے، اور اوپر سخت چھلکا ہوتا ہے اسی طرح زمین کے اندر بھی پتلا مادہ ہے اور انتہائی گرم ہے، اور اوپر اس کا چھلکا ہے جو مناسب سخت ہے اسی چھلکے پر سمندر، پہاڑ، نباتات اور دیگر اسباب رہائش ہیں حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ چھلکا پندرہ بڑے بڑے ٹکروں میں ٹوٹا ہوا ہے اور جہاں شگاف ہے وہاں سے اندر سے گرم مادہ نکلتا رہتا ہے۔ اگر یہ ٹکڑے نیچے کے گرم مادے میں دھنس جائیں تو اہل زمین اس میں دھنس کر ہلاک ہو جائے لیکن خداوند قدوس ان ٹکڑوں کو اپنی قدرت سے تھامے ہوئے ہے اور ان ہلاکتوں کے باوجود انسان کے لئے زندگی کے اسباب فراہم کئے ہوئے ہے۔

اس چھلکے کو نہ پانی کی طرح نرم بنایا کہ آدمی دھنس جائے نہ پتھر کی طرح سخت بنایا کہ اس پر چلنا مشکل ہو نہ نیچے کے مادے کی طرح گرم اور پتلا بنایا کہ آدمی جل جائے بل کہ انسانی رہائش کے لئے اس کا فرش بچھونے کی طرح بنا دیا پھر پانی، ہوا، آکسیجن، سردی، گرمی، اور تمام چیزیں اتنی معتدل اور مناسب انداز میں پیدا کیں کہ بے ساختہ ان آیات کو ورد کرنے کا جی چاہتا ہے۔

هُوَالَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الاَرْضَ ذَلُوْلاً فَامْشُوْفِیْ مَنَا کِبِهَا وَ کُلُوْمِنْ رِّزْقِهٖ وَالَیْهِ النُّشُوْرُ (سورۃ الملک ۶۷ آیت ۳) ترجمہ: وہی اللہ ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ پیو اور اسی کے پاس زندہ ہو کر جانا ہے۔ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (سورۃ بقرۃ ۲ آیت ۲۲) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهَاداً وَّالْجِبَالَ اَوْتَاداً (سورۃ السباء ۷۸ آیت ۱۶) ان آیتوں میں خالق کائنات نے انسانوں پر احسان جتایا کہ شکر کرو کہ اور سیاروں کی طرح زمین کو بھی زہریلی گیس اور نا قابل برداشت سردی یا گرمی کا مجموعہ نہیں بنایا بل کہ اس کو ہر طرح سے قابل رہائش بنا کر تمہارا خادم اور مسکن بنا دیا ہے۔

سائنس آج یہ تحقیق کر کے کہ دوسرے سیاروں پر حیات کے وافر اسباب نہیں ہیں صرف زمین اس کی اہل ہے قرآن کے احسانات پر سر دھن رہی ہے۔

نوٹ: آیت اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰاتٍ وَّمِنَاالاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (سورۃ الطلاق ۶۵ آیت ۱۲) ترجمہ: وہی اللہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور انہیں کی طرح زمین بھی۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین بھی سات ہیں اور بعض احادیث میں آتا ہے کہ وہاں بھی انسان بستے ہیں اس لئے عین ممکن ہے کہ اس فضا میں ہمارے سورج کی طرح اربوں سورج اور ستارے ہیں ان سورج اور ستاروں کے ساتھ زمین بھی ہوں اور وہاں ہماری زمین کی طرح انسان بستے ہوں البتہ چونکہ سائنس کی تحقیق وہاں تک نہیں پہنچی ہے اس لئے وہ اس بارے میں خاموش ہے۔

رواسی ارض بھی عظیم احسان ہے

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ سائنس کی تحقیقات یہ ہیں کہ زمین ابتدا میں کچرا اور گرم گیس کے مجموعے کا ایک گولا تھی پیدائش کے بعد اوپر سے ٹھنڈی ہوتی رہی تقریباً 600,000,000 (ساٹھ کروڑ) سال میں ٹھنڈا ہوتے ہوتے گرم گولے پر چھلکا بن گیا، جس طرح دودھ ٹھنڈا ہونے کے بعد اس کے اوپر کی سطح پر ملائی کی پرت جم جاتی ہے اسی طرح زمین کے ٹھنڈا ہونے کے بعد اس کی سطح پر جھلکا بن گیا اور اندر کا مادہ گرم رہا اور ابھی تک انتہائی گرم ہے اس مادے پر چھلکا جمانے کو ممکن ہے کہ وَالاَرْضَ بَعْدَ ذَالِكَ دَحٰهَا (سورۃ النزاعت ۷۹ آیت ۳۰) کہا ہے ترجمہ: اس کے

بعد میں نے زمین کو بچھایا۔ دوسری جگہ وَالْاَرْضَ مَدَدْنَا هَا۔ (سورۃ الحجر ۱۵ آیت ۱۹) ترجمہ: میں نے زمین کو پھیلایا کہا ہے یعنی زمین پر چھلکا چڑھانے کو بار بار پھیلانا اور بچھانا قرآن میں کہا ہے کیوں کہ زمین کا پھیلاؤ چوڑائی لمبائی میں نہیں ہے بل کہ بالکل گولائی میں ہے اور گرم مادے کے اوپر ہے اور چھلکے کی شکل میں ہے۔ اس لئے والارض سے زمین پر چھلکے بنانا معنی ممکن ہے۔

پیدائش زمین کے 1,100,000,000 ایک ارب دس کروڑ سال کے بعد چھلکا ٹھنڈا ہوتے ہوتے ٹوٹ پڑا اور پندرہ بڑے بڑے براعظم بن گئے جن کو انگریزی میں Continents ٹکڑے کہتے یا براعظم کہتے ہیں اس ٹکڑے کے اکثر صفات وہی ہیں جو آیت قرآنی میں ''رواسی کے ہیں اس لئے رواسی سے Continent مراد لینا بہت ممکن ہے مثلاً

(۱) یہ ٹکڑے نیچے کے گرم مادے Mantle پر اپنے بھاری بھرکم ہونے کی وجہ سے اس طرح جمے ہوئے ہیں، جیسے قدور الرا سیات بڑی بڑی دیگیں زمین پر جم جاتی ہیں اور ہٹانے سے نہیں ہٹتیں۔ رواسی کے مفہوم میں بھی بھاری بھرکم ہونے کی وجہ سے جم جانے کا معنی موجود ہے۔

(۲) Continents ٹکڑے کے بارے میں یہ تحقیق گذری ہے کہ زمین کے بننے کے ایک ارب سال بعد میں زمین کے اوپر بنی ہے اور رواسی کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ یہی فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو زمین کے بعد میں ڈالا ہے ارشاد ہے وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا (سورۃ فصلت ۴۱ آیت ۱۰) ترجمہ: زمین میں رواسی اس کے اوپر سے بنایا۔

(۳) ٹکڑے جو گرم مادے پر جمے ہوئے ہیں سائنس دانوں کو خطرہ ہے کہ کہیں یہ گرم مادے Mentle میں دھنس نہ جائیں اور رواسی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ زمین میں رواسی ڈالا کہیں تم کو لے کر لڑھک نہ جائے۔ ان صفات کے تطابق سے اندازہ ہوتا ہے کہ رواسی وہی ہے جن کو سائنس داں Continents ٹکڑے کہتے ہیں۔ جن کو اللہ نے تخلیق ارض کے بعد بنایا ہے اور تمام بلاخیزیوں کے باوجود انسانوں کے لئے نعمت کدہ بنا دیا اس لئے رواسی کا بنانا بھی اللہ کا ایک عظیم احسان ہے آپ ان آیتوں کو پھر پڑھ کر لطف اٹھائیں (۱) وَالْاَرْضَ مَدَدْنَا هَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ (سورۃ الحجر ۱۵ آیت ۱۹) ترجمہ: اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں ہم نے رواسی ڈالا۔

(۲) وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ (سورۃ النحل ۱۶ آیت نمبر ۱۵) ترجمہ:

اور زمین میں رواسی ڈالا کہیں تم کو لے کر لڑھک نہ جائے۔

سائنس نے ابھی کچھ سالوں پہلے زمین کے علامات کو دیکھ کر رواسی کی تحقیق کی ہے اور اللہ نے بہت پہلے اس کی طرف اشارہ کیا اور اس کی نزاکت کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔

نوٹ: تمام مفسرین نے رواسی کا ترجمہ پہاڑ کئے ہیں لیکن رواسی کا ترجمہ ''ٹکڑے'' کرنے کی بھی گنجائش ہے اور اس کے قرائن بھی ہیں۔

بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۱۰۵۴ میں ایک حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے قریب حجاز سے آگ نکلے گی اس کی روشنی اور شعلے اتنے اونچے ہونگے کہ اس سے بصرہ کے پہاڑ نظر آجائیں گے۔

سائنسی تحقیق یہ ہے کہ رواسی جو ٹوٹے ہیں اور پندرہ ٹکڑے ہوئے ہیں ان میں سے ایک ٹکڑا اعربین پلیٹ پر حجاز مقدس سعودی عربیہ قائم ہے۔ اس پلیٹ (رواسی) کا شگاف حجاز کے بالکل قریب سے گذرتا ہے وہ شگاف ابھی بھی دور ہٹ رہا ہے جس کی وجہ سے بحر الحمرا بھی ہر سال چند سینٹی میٹر چوڑا ہو رہا ہے، اس لئے بہت ممکن ہے کہ قریب قیامت یہ شگاف مزید چوڑا ہو جائے اور اندر سے لاوا اور آگ نکلنی شروع ہو جائے جس کی وجہ سے اتنی روشنی ہو کہ بصریٰ تک نظر آجائے ساتھ ہی زلزلہ بھی ہو اور زمین اندر کو دھنس جائے اور وہ ساری پیشن گوئیاں پوری ہوں جو احادیث میں موجود ہیں۔

رواسی کا شگاف کا نقشہ دیکھیں۔

جہاں جہاں لکیریں لگی ہوئیں ہیں وہ سارے رواسی کی شگاف ہیں۔ یہ لکیریں اکثر و بیشتر سمندر میں سے گذرتیں ہیں گویا کہ سمندر کے شگاف زیادہ ہیں۔ ماخوذ Earth Facts Page رواسی کے شگاف کہاں کہاں سے گذرتے ہیں ان کو بھی دیکھیں، اور ساتھ ہی ساتھ عربین پلیٹ بھی دیکھیں۔ اور یہ بھی دیکھیں کہ اکثر دراڑ سمندر کے اندر ہیں۔

سمندر کا پانی گرم ہوگا، سمندر کا پانی بہ پڑے گا

رواسی کے شگاف کے نقشے کو آپ نے دیکھا کہ اکثر شگاف سمندر کے اندر ہیں یہ شگاف قرب قیامت میں چوڑے ہو جائیں گے اور اندر سے آگ اور لاوا نکلنا شروع ہو جائے گا تو چونکہ یہ

لاوا سمندر کے اندر نکلے گا اس لئے سمندر کا پانی انتہائی گرم ہو جائے گا۔اور قرآن کریم کا جملہ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (سورۃ التکویر ۸۱ آیت ۶) ترجمہ: اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں یعنی پانی گرم ہو کر ابلنے لگے بالکل صادق آئے گا۔

اسی طرح جب لاوا سمندر میں کثیر مقدار میں نکلے گا تو سمندر لاوے سے بھر جائے گا اور سمندر کا پانی اوپر اٹھ جائے گا اور سارا پانی خشکی پر آجائے گا تو گویا کہ سمندر خشکی پر بہ پڑا قرآن کریم نے پہلے ہی کہا ہے۔ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (سورۃ الانفطار ۸۲ آیت ۳) ترجمہ: اور جب سمندر بہ پڑیں۔

پہاڑ کو کھونٹے کی طرح گاڑا

سائنس کہتی ہے کہ عین ممکن ہے کہ قرب قیامت میں رواسی کے پلیٹ ہٹ جائے اور اندر سے لاوا نکل کر سمندر کو بھر دے جس کی وجہ سے پانی گرم بھی ہو جائے اور وہ خشکی پر بھی بہ جائے اور اس کے نیچے سے کھونٹے کی طرح ہے جس طرح کھونٹا زمین میں گڑا ہوتا ہے اسی طرح پہاڑ کے گڑنے کی ساخت ہے بڑے پہاڑ کی جڑ کی گہرائی تقریباً دس میل تک ہوتی ہے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ زمین پر جب چھلکا آ گیا اور اندر انتہائی گرم مادہ رہا تو مادہ لاوے کی شکل میں چھلکے سے باہر ابلنا شروع ہوا۔ جہاں جہاں وہ مادہ ابلا وہاں چاروں طرف پتھر، نکل اور مٹی وغیرہ کا ڈھیر جمع ہو گیا اور ٹھنڈا ہو ہو کر پہاڑ کی شکل اختیار کر گیا اور یہ بات ایک حقیقت بن گئی کہ پہاڑ کو بعد میں زمین میں کھونٹے کی طرح گاڑا ہے ارشاد ربانی ہے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًاۙ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا (سورۃ النباء ۷۸ آیت ۷) ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنا دیا، دوسری آیت میں ہے وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا (سورۃ النّٰزعٰت ۷۹ آیت ۳۲) ترجمہ: اور پہاڑوں کو قائم کر دیا، ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ پہاڑ کو کھونٹے کی طرح زمین کے اوپر سے گاڑا ہے۔

پہاڑوں کے فائدے

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ رواسی گرم مادے پر جمے ہوئے ہیں اور بہت آہستہ آہستہ ہلتے بھی رہتے ہیں اگر پہاڑ نہ ہوتے تو یہ بہت زیادہ ہلتے اور ہمہ وقت زلزلہ ہوتا رہتا لیکن پہاڑ رواسی

کو ملنے سے مانع ہوتے ہیں اوران کو زیادہ ملنے نہیں دیتے بڑے بڑے اونچے پہاڑ عموماً رواسی کے کنارے کنارے ہیں جس کی وجہ سے رواسی کے منہ جڑے رہتے ہیں اور زیادہ ملنے سے رکے رہتے ہیں جس کی وجہ سے زمین پر زیادہ زلزلہ نہیں آتا۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے زمین کا بیلنس اور توازن قائم رہتا ہے اور زمین کی گردش کے وقت ہچکولے نہیں کھاتی جس طرح ہوائی جہاز میں مناسب وزن رہتا ہے اور بیلنس رہتا ہے تو اڑتے وقت جہاز ہچکولے نہیں کھاتا، اس کے علاوہ بھی بہت سے فوائد ہیں۔

پہاڑ چلائے جائیں گے

سائنسی نظریہ یہ ہے کہ ایک زمانہ آئے گا (قرب قیامت میں) جب کہ سورج کا ایندھن گیس وغیرہ ختم ہوجائے گا۔ اس وقت اس کی روشنی، گرمی اور اس کی وجہ سے جو مقناطیس اور کشش پیدا ہو رہے ہیں وہ ختم ہو جائیں گے اس کی کشش ختم ہوتے ہی زمین کی کشش کمزور پڑ جائے گی تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ رواسی کا جوڑ ڈھیلا ہو جائے گا، اس ڈھیل پن کی وجہ سے رواسی آپس میں ٹکرائیں گے عموماً رواسی کے جوڑ پر ہی بڑے بڑے پہاڑ ہیں اس لئے یہ پہاڑ بھی آپس میں ٹکرا کر ریزے ریزے ہو جائیں گے اور اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے قرآن کریم نے اسی منظر کو اس آیت میں پیش کیا ہے وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَاباً (سورۃ النباء ۷۸ آیت ۲۰) ترجمہ: پہاڑ جگہ سے ہٹا دئے جائیں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے دوسرے جگہ ہے وَاِ ذَالْجِبَالُ سُيِّرَتْ (سورۃ التکویر آیت ۳) ترجمہ: اور جب پہاڑ چلا دئے جائیں گے، سائنس آج کہتی ہے کہ پہاڑ چلانے کے اسباب موجود ہیں اور اس کا زبردست امکان ہے، اور قرآن نے بہت پہلے اس عجیب حادثے کی خبر اپنے کلام پاک میں دے دی تھی۔

بلندی پر جانے سے سانس پھولنے لگتی ہے

سائنسی تحقیق یہ ہے کہ زمین سے 20 کیلو میٹر اوپر تک گھنی ہوا اور آکسیجن ہے اس کو انگریزی میں Troposphere کہتے ہیں آدمی اسی ٹروپوسفیر میں سانس لے سکتا ہے اور بغیر کسی خارجی اسباب کے زندہ رہ سکتا ہے اس سے زیادہ بلندی پر کوئی پرواز کرے تو وہاں ہوا کی مقدار

گھنی نہیں ہے بہت ہلکی ہے اور اس سے اوپر جانے پر آکسیجن وغیرہ مفید گیس بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے وہاں آدمی سانس نہیں لے سکتا، وہاں سانس لینے میں دم گھٹنے لگتا ہے، سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور جسم پھٹ جاتا ہے۔ جو لوگ بلندی پر جاتے ہیں وہ سانس لینے کے لئے اپنے ساتھ آکسیجن لے جاتے ہیں اور جسم کو پھٹنے سی بچاؤ کے لئے مناسب کپڑا اور سامان لے جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو اس انداز میں بیان کیا تھا وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّه يَجْعَلْ صَدْرَه ضَيِّقاً حَرَجاً كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِىْ السَّمَاءِ (سورۃ الانعام ۶ آیت ۱۲۵) ترجمہ: اور جس کے لئے وہ ارادہ کرلیتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کے سینہ کو وہ تنگ اور بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے اسے آسمان میں چڑھنا پڑ رہا ہو۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ آسمان میں یعنی بلندی پر چڑھنے سے سینہ تنگ ہوتا ہے اور آکسیجن اور ہوا نہ ہونے کی وجہ سے دم گھٹنے لگتا ہے، یہ تحقیق اس وقت پیش کی جب کہ لوگوں کو بلندی پر جانے سے دم گھٹنے کا تصور تک نہیں تھا اور لوگ راکٹ سے اوپر جا کر دم گھٹنے کا مشاہدہ نہیں کر پائے تھے۔

آسمان پر تو عجیب عجیب چیزیں دیکھیں گے

آپولو کے ذریعہ سے انسان چاند کے سفر پر گئے تو اس کو بلندی پر عجیب عجیب چیزوں کا مشاہدہ ہوا اور ایسی ایسی باتیں دیکھیں کہ زمین پر اس کا تصور مشکل تھا، مثلاً زمین کے اوپر 50 کیلومیٹر پر اوزن لائر Ozone Layer ہے یہ آکسیجن گیس کی ایک موٹی پٹی ہے جس میں سورج کی نقصان دہ کرنیں جذب ہو جاتی ہیں اور انسان ان کرنوں کے نقصان سے بچ جاتا ہے، یہی لائر کرنوں کے جذب کرنے کی وجہ سے ہری معلوم ہوتی ہے، بل کہ اوپر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوری زمین ایک ہری چادر میں لپٹی ہوئی ہے، اسی لائر کی وجہ سے ہمیں آسمان نیلگوں نظر آتا ہے، اس لائر سے اوپر جاتے ہیں تو آسمان نیلگوں نظر نہیں آتا بل کہ کالا نظر آتا ہے، یہ ایک عجیب مشاہدہ ہے جو بلندی پر جا کر ہوا اسی طرح راکٹ ابھی مشتری اور مریخ تک پہنچا انہوں نے وہاں سے ایسی ایسی تصویریں اور خبریں بھیجی کہ ان کو سن کر عقل حیران ہے۔

خالق کائنات نے انہیں عجیب عجیب مشاہدوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا سَنُرِيْهِمْ اٰيَاتِنَا فِىْ الاٰفَاقِ وَفِىْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّه الْحَقُّ (سورۃ حم السجدہ ۴۱ آیت

۵۲) ترجمہ: ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں افقوں میں دکھلائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر کھل کر رہے گا کہ یہ قرآن حق ہے دوسری آیت میں ہے وَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَاباً مِنَالسَّمَاءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْا اِنَّمَا سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُوْرُوْنَ ترجمہ: اگر ہم ان کے لئے کوئی دروازہ آسمان میں کھول دیں پھر وہ دن کے وقت اس میں چڑھ جائیں تب بھی یہ بس یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے بالکل ہم لوگوں پر تو جادو ہی کر دیا گیا ہے پہلی آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ ہم اطراف عالم کی نشانیاں دکھلائیں گے اور دوسری آیت میں اشارہ کیا کہ بلندی پر جا کر ان کو عجیب عجیب چیزوں کا نظارہ ہوگا جس کی وجہ سے یہ کہیں گے کہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ چاند پر سفر کرنے والے لوگ جب زمین کی فضاء سے اوپر گئے تو قرآن کے اعلان کے مطابق ان کو واقعی انتہائی عجیب عجیب چیزیں نظر آئیں۔

سائنسی تحقیقات، ذرہ ذرہ قیامت میں حاضر کیا جائے گا

سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ سیلس Cells وہ باریک سے باریک ذرہ ہے جو اب مزید ٹکڑے نہیں ہوسکتا جس کو عربی میں جُزْءَ الَّذِیْ لَا یَتَجَزَّ ی کہتے ہیں، یہ اتنا باریک ہوتا ہے کہ کھلی آنکھوں سے نظر نہیں آتا پانی اور رس کے ذریعہ سے یہی باریک سیلس روٹی چاول وغیرہ سے مرتب ہو کر جسم کے اندر جاتا ہے اور آہستہ آہستہ جز و بدن بنتا ہے اسی سیلس کے مجموعے سے جسم بڑھتا ہے اور اچھا خاصا انسان بنتا ہے انسان یا کسی چیز کو جب موت آتی ہے تو پھر یہ سیلس بکھر جاتے ہیں کچھ مٹی میں مل جاتے ہیں کچھ پانی کے ساتھ بہ جاتے ہیں اور کچھ گیس بن کر فضاء میں جذب ہو جاتے ہیں ان سیلسوں کا رنگ اور ھیئت بدلتی رہتی ہے لیکن اصل سیلس کا مادہ بہرحال موجود رہتا ہے جس طرح پانی کو گرم کیا جائے تو وہ بھاپ بن کر اڑ جاتا تو برتن سے تو وہ غائب ہو گیا لیکن اپنی شکل بدل کر وہ فضاء میں موجود ہے اسی طرح جسم کے سیلس کی ھیئت اور رنگ بدل گئی لیکن اصل سیلس کسی نہ کسی مقام پر موجود ہے، اگر کوئی طاقتور مقناطیس یا مشین موجود ہو جو ایک انسان کے ڈھانچے کے تمام بکھرے ہوئے سیلس کو دوبارہ جمع کر دے تو ایسا کرنا ممکن ہے بل کہ بعض طاقتور مشینیں کچھ سیلس کو جمع بھی کر لیتی ہیں جب سائنس شہادت دیتی ہے کہ سیلس موجود رہتے ہیں اور انسان کی ایجاد کردہ

مشین کے ذریعہ اس کو دوبارہ جمع کیا جا سکتا ہے بل کہ جمع کیا جاتا ہے تو خالق کائنات کا حکم ایک انسان کے تمام سیلوں کو جمع کر لے اور اس کو دوبارہ پیدا کر کے میدان قیامت میں حساب و کتاب کے لئے کھڑا کر دے تو اس میں کیا بعد ہے اس بات کو سمجھنے کے لئے ٹیلی ویژن کا عمل بہت مفید ہے ٹیلی ویژن کے ماہرین کہتے ہیں جو آواز ہمارے منہ سے نکلتی ہے یا جو عمل ہمارے ہاتھ پاؤں سے ظاہر ہوتے ہیں وہ فضاء میں ہو بہو موجود رہتے ہیں نہ وہ ضائع ہوتے ہیں اور نہ دوسرے کی آواز یا دوسری کے عمل سے خلط ملط ہوتے ہیں حالانکہ اربوں آوازیں اور اربوں قسم کے اعمال فضاء میں گھوم رہے ہیں لیکن اللہ تعالی نے فضاء میں کرنٹ، رو، روشنی ع ایتھر اور ویبھ کی ایسی ایسی تہیں پیدا کی ہیں کہ تمام آواز اور اعمال کے سارے پیچ وخم کو محفوظ رکھتے ہیں اور کسی کو کسی میں خلط ملط نہیں ہونے دیتیں یہ رو Waves نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ چھو سکتے ہین اور نہ ہی ظاہری اعتبار سے محسوس ہوتا ہے یہ انتہائی لطیف مادہ ہے لیکن اس کا کرشمہ کتنا عظیم ہے کہ اربوں آوازوں اور عملوں کو محفوظ کئے ہوئے ہیں اور باریک سے باریک فرق کو محفوظ رکھتے ہیں سائنس کا یہ انکشاف انتہائی عجیب ہے۔

ٹیلی ویژن والے کرتے یہ ہیں کہ آواز اور عمل کو ٹیپ رکارڈ اور کیمرے کے ذریعہ رو اور کرنٹ میں تبدیل کر دیتے ہیں اور ٹیلی ویژن سٹیشن سے فضاؤں میں پھینک دیتے ہیں فضاء میں روشنی ہے جو ایک سیکنڈ میں 186000 میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلتی رہتی ہے زمین کی موٹائی تقریباً 25000 میل ہے اس لئے آواز اور عمل ایک سیکنڈ سے بھی کم میں پوری دنیا میں پھیل جاتے ہیں اب آپ کو گھر میں رکھے ہوئے ٹیلی ویژن کو جس ٹیلی ویژن اسٹیشن سے ملائیں گے یا جس چینل سے ملائیں گے وہاں کی آواز اور وہاں کی تصویر آپ کو فوراً سنائی دے گی اور دیکھائی دے گی چاہے وہ ٹیلی ویژن اسٹیشن کتنی ہی دور کیوں نہ ہو اس میں ٹیلیویژن کا کرشمہ یہ ہے کہ وہ فضاء میں پھیلے ہوئے اربوں آوازوں اور عملوں کو چھوڑ کر صرف اس آواز اور عمل کو چھانٹ کر لیتا ہے جس کے لئے آپ نے سوئچ دبایا اور اس کے ہر زاویے کو گرفت میں لے کر سامع کو سنایا اور ناظرین کو پوری تصویر مع رنگ کے دکھلا دی۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ ہزار سال پہلے کی آواز اور عمل بھی اس فضاء میں محفوظ ہیں اگر کوئی ایسی طاقتور مشین تیار ہو جائے جو ہزار سال پہلی کی آواز اور عمل کو گرفت میں لے لے اور ہمیں سنا دے

اور اس کی تصویر دکھلا دے تو یہ بہت ممکن ہے۔

پچھلے زمانے میں فلسفہ قدیم جس آواز اور عمل کو عرض کہتے تھے کہ وہ ہوا اور فوراً نیست و نابود ہو گیا آج کا سائنس دان ٹیلی ویژن اور وائرلیس کے ذریعہ یہ دکھلا رہے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں فضاء میں سب سے زیادہ محفوظ ہیں، مستحکم اور انتہائی دیرپا ہیں اور عرض نہیں بل کہ مکمل جوہر ہیں۔

ان چیزوں کے بارے میں رب العالمین نے بہت پہلے اعلان کیا تھا کہ تمہارے جسم کے مادے سیلس، آواز اور عمل کے بارے میں تمہارے خیال ہے کہ وہ نیست و نابود ہو گئے اور فنا ہو کر ختم ہو گئے لیکن تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے کیوں کہ تمہارے جسم کے تمام سیلس تمام مادے، تمہاری آواز اور تمہارا عمل سب کے سب محفوظ ہیں جس طرح کیمرے اور ٹیپ رکارڈ میں ساری آواز اور عمل محفوظ ہو جاتے ہیں اس سے بھی زیادہ حفاظت کے ساتھ میرے پاس محفوظ ہیں دوبارہ قیامت میں تمہارے جسم کے ہر ہر سیلس کو جمع کیا جائے گا اور تمہارے ایک ایک عمل اور آواز کو بعینہ حاضر کیا جائے گا اور تم سے حساب لیا جائے گا قرآن کریم کی سدا بہار معجزانہ آیتوں کو آپ پڑھیں وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئاً وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ آتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (سورۃ الانبیاء ۲۱ آیت ۴۷) ترجمہ: اور ہم قیامت کے دن میزان عدل قائم کریں گے سو کسی پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا کوئی عمل ہوگا تو ہم اسے بھی لا کر حاضر کرینگے اور حساب لینے والے ہم ہی کافی ہیں دوسری آیت میں ہے۔ يٰبُنَيَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِيْ السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ (سورۃ لقمن ۳۱ آیت ۱۶) ترجمہ: اے بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو یا کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین کے اندر ہو اللہ اسے لے ہی آئے گا بے شک اللہ بڑا باریک بین ہے بڑا باخبر ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ آواز، اعمال اور انسانی جسم کے ایک ایک اجزاء اور سیلس زمین کی پشت پر فضاء میں موجود ہیں اور اللہ کے یہاں بھی موجود و محفوظ ہیں اور قیامت کے دن ان سب کو حاضر کیا جائے گا اور تولا جائے گا، سائنس آج تحقیق کے بعد یہ کہتی ہے کہ یہ چیزیں محفوظ ہیں خالق کائنات نے بہت پہلے اس کا اعلان کیا تھا کہ یہ چیزیں محفوظ ہیں۔

یہ اشکال اس زمانے میں صحیح نہیں ہے کہ آواز اور اعمال تو اعراض ہیں، یہ تو بہت لطیف

ہیں، وہ وزن کیسے کئے جائیں گے، اس لئے کہ ڈاکٹر اب دل کی دھڑکنوں کو ناپتے ہیں فضاء میں پھیلے ہوئے رو، کرنٹ اور مقناطیس کو لوگ ناپ رہے ہیں اور ان کو گرفت میں لے کر کام میں لا رہے ہیں تو خالق کائنات اعمال اور آواز کو کیوں نہیں ناپیں گے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَاه وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَاه (سورۃ الزلزال ۹۹ آیت ۷۔۸) ترجمہ: جو ذرہ برابر عمل خیر کرے گا اس کو (قیامت میں) دیکھے گا اور جو ذرہ برابر عمل شر کرے گا اس کو (قیامت میں) دیکھے گا۔

ہزار میل دور سے حضرت عمرؓ کی آواز سن سکتے ہیں

حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے اور ایک ہزار میل دوری پر حضرت ساریہؓ کسی پہاڑ کے پاس جنگ لڑ رہے تھے، پہاڑ کے پیچھے سے دشمن حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے، انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے اس منظر کو دیکھ لیا اور خطبہ کے دوران ہی فرمایا یا ساریہ الجبل ترجمہ: ساریہ پہاڑ کی طرف توجہ کریں، ساریہؓ نے اس آواز کو سنا اور پہاڑ کی طرف متوجہ ہوئے اور دشمن کا دفعیہ کیا اور جنگ میں کامیاب ہو گئے۔

فلسفہ قدیم اس کرامت پر دو اعتراض کرتے تھے، ایک یہ کہ ایک ہزار میل کی دوری سے حضرت عمرؓ نے فوج کی حرکت کو کیسے دیکھا اور دوسرا یہ کہ ساریہؓ نے ایک ہزار میل کی دوری سے آواز کو کیسے سنا؟ اتنی دوری سے دیکھنا اور سننا ممکن نہیں۔

انسانوں نے اپنے ہاتھوں سے ٹیلیویژن ایجاد کیا، ٹیلی ویژن مشین اور لوہے کا مجموعہ ہے یہ ہزاروں میل دوری پر لگے ہوئے ٹیلیویژن اسٹیشن کے عمل کو خود دیکھتا بھی ہے اور دوسروں کو دکھاتا بھی ہے، ایک مشین اگر ہزاروں میل دوری کی آواز کو سنتی ہو اور اس کے عمل کو دیکھتی ہو تو اگر اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کو اتنی دوری سے آواز سنا دے اور عمل کو دکھلا دے تو اس میں کیا بعد ہو، آج سائنس تصدیق کرتی ہے کہ ہزاروں میل دوری سے آواز سنی جا سکتی ہے اور عمل دیکھا جا سکتا ہے۔

سائنس کہتی ہے کہ معراج رسولؐ عین ممکن ہے

حضور اکرم ﷺ کی معراج پر فلسفہ قدیم نے بہت اعتراض کیا وہ کہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن

ہے کہ ایک آدمی ایک رات میں آسمان پر چلا جائے اور رات کی رات میں واپس آجائے؟ اوپر تو آگ ہے جلادے گی، بعض طبقے میں سردی ہے جو برف بنادیگی، پھر اتنی جلدی اتنی دور کا سفر ناممکن ہے اس لئے معراج رسول نعوذ باللہ جھوٹ معلوم ہوتی ہے۔

آج انسان راکٹ کے ذریعہ چاند اور ستاروں پر اتنی تیزی سے جارہے ہیں کہ عقل حیران ہے اگر انسان مشین کے ذریعہ چاند اور مریخ پر جاسکتے ہیں، حفاظتی تدابیر کرنے کے بعد ان کو برف اور آگ کوئی گزند نہیں پہنچاسکتی تو خالق کائنات کے حکم سے حضورؐ چند لمحے میں آسمان پر تشریف لے جائیں اور واپس آجائیں تو اس میں کیا بعد ہے۔

اس وقت سائنس تصدیق کرتی ہے کہ ایک آدمی برق رفتاری کے ساتھ آسمان پر جاسکتا ہے اور حفاظتی تدابیر اختیار کرے تو آگ اور برف اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتی، قرآن واقعی اللہ کی کتاب ہے۔ جو بات اس نے کہی سائنس اس کے حقائق کی تائید کرنے پر مجبور ہے۔

قیامت میں ہاتھ پاؤں بولیں گے

ٹیلی ویژن میں لوہا، کرنٹ، مقناطیس، تار اور شیشہ ہوتے ہیں۔ ان کو اس طرح ترتیب دیتے ہیں کہ وہ فضا میں پھیلے ہوئے ارلوں آوازوں عملوں اور کو گرفت کرتے ہیں پھر خود بھی بولتے ہیں اور دوسروں کو بھی سناتے ہیں۔ اور ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ ان کو سالوں کے لئے محفوظ بھی رکھتے ہیں۔ اگر ٹیلی ویژن کا لوہا اور مقناطیس فضا میں پھیلے ہوئے عملوں کو دیکھ سکتا ہے، اس کی آواز کو گرفت کرسکتا ہے اور ان آوازوں کو بول سکتا ہے اور دوسروں کو سنا سکتا ہے اور تصویریں دکھا سکتا ہے تو کل قیامت کے روز ہمارے ہاتھ اور پاؤں اور کھال حکم خداوندی سے کیوں نہیں بول سکتے اور شہادت دے سکتے۔

خالق ارض وسماء فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز میں انسانوں کے منہ پر مہر لگا دونگا اور ان کے ہاتھ اور پاؤں سے ان کی کمائی کے بارے میں گواہی دلواؤنگا ارشاد ربانی ہے۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْ يَكْسِبُوْنَ (سورة يٰسين ۳۶ آیت ۶۵) ترجمہ: آج ہم کافروں کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ بات کریں گے اور پاؤں شہادت دیں گے کہ یہ لوگ کیا کیا کرتے رہتے تھے دوسری آیت میں ہے حَتّٰی اِذَا

مَا جَآؤءِ هَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۃ حم سجدہ ۴۱ آیت ۲۰) ترجمہ: یہاں تک کہ کافر جہنم تک پہنچ ہی جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ہاتھ، پاؤں اور کھال کو قوت گویائی دی جائے گی اور سائنس تحقیق کے بعد اس بات کو اقرار کرنے پر مجبور ہوگئی۔

کھال کو تکلیف کا احساس زیادہ ہوتا ہے

ڈاکٹری تحقیق یہ ہے کہ جسم کے اندرونی حصے کے گوشت میں کوئی زخم ہو تو اس سے آدمی کو تکلیف کا احساس ہوتا ہے لیکن اگر اتنا ہی زخم کھال میں ہو تو گوشت کی نسبت کھال میں تکلیف کا احساس زیادہ ہوتا ہے، کھال کی رگیں اتنی حساس ہوتیں ہیں کہ وہ تکلیف کے احساس کو بہت جلد دماغ تک پہنچادیتیں ہیں۔

قرآن نے بہت پہلے اس نقطے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کھال میں تکلیف کا احساس گوشت کی نسبت زیادہ ہوتا ہے ارشاد ہے كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوْا الْعَذَابَ (سورۃ النساء ۴ آیت ۵۶) ترجمہ: جب کبھی کفار کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کی کھالوں کو بدل کر دوسری کر دیا کریں گے تا کہ وہ برابر تازہ عذاب چکھتے رہیں۔ آیت میں بتایا کہ زبردست عذاب چکھنے کے لئے اس کی کھال بدل دیں گے یہ نہیں کہا کہ گوشت بدل دیں گے شاید اسی لئے کہ کھال میں تکلیف کا احساس زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس کو بدلنے سے کافرین کو تکلیف کا احساس زیادہ ہوگا۔ اس آیت میں رب العالمین نے اتنی باریک تحقیق کی طرف کس حسن اسلوبی سے اشارہ کیا ہے، کہ کھال میں تکلیف کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔

اللہ پوروے کو جمع کریں گے

یوں تو دنیا میں ہر آدمی کی شکل وصورت الگ الگ ہے کڑوروں آدمی ہوں تب بھی ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتے ہیں کسی کی شکل پورے طور پر کسی سے نہیں ملتی پھر بھی سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ ایک آدمی کی شکل وصورت دوسرے سے مل سکتی ہے اور بالکل ہم شکل ہو سکتے ہیں

لیکن ایک آدمی کا انگوٹھا نشان کسی بھی آدمی کی طرح نہیں ہوسکتا، ایک کا انگوٹھا نشان دوسرے میں کبھی نہیں ملتا اسی لئے دفتروں میں ہر آدمی کا انگوٹھا نشان لیتے ہیں اور یہ ان کے لئے اہم پہچان ہوتی ہے ابھی انگوٹھا نشان کے فوٹو کو کمپیوٹر پر چیک کر لیتے ہیں اور اس سے ٹھیک اس آدمی کو چوری میں پکڑ لیتے ہیں جس آدمی کا یہ انگوٹھا نشان ہے اس زمانے میں پولیس کے کھاتے میں انگوٹھا نشان Finger Print کی بہت اہمیت ہے۔

قرآن کریم نے بھی اس نقطے کی طرف خاص انداز میں اشارہ کیا ہے، کفاروں کے اشکالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم کو یہ اشکال ہے کہ ہم قیامت میں بوسیدہ اور بکھری ہوئی ہڈیوں کو کیسے جمع کریں گے، ہم تو اس بات پر قادر ہیں کہ پور وہ اور انگوٹھا نشان جو انتہائی باریک ہے اس کو بھی درست بنا دیں گے اور ٹھیک کر دیں گے۔ جس کے ذریعہ سے ہر آدمی الگ الگ پہنچانا جاتا ہے ارشاد ربانی ہے بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰیٓ اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَه (سورۃ القیامہ ۷۵ آیت ۴) ترجمہ: ہم تو اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک کو درست کر دیں آیت میں فرمایا گیا ہے کہ پوروے کو جمع کرنے پر قادر ہوں اور پوروے ہی میں انگوٹھا نشان ہوتا ہے اس لئے آیت میں انگوٹھا نشان کی طرف خصوصی اشارہ کر دیا۔

سائنس اتنے زمانے کے بعد اس نقطے تک پہنچ سکی کہ کسی کا انگوٹھا نشان نہیں ملتا قرآن کریم نے بہت پہلے اس کی اہمیت کی طرف انسانوں کو متوجہ کیا تھا اور اس باریک نقطے کو بیان کیا تھا۔

سبز پتوں کی اہمیت

سائنسی تحقیقات یہ ہے کہ فضا میں آکسیجن ایک مفید گیس ہے اس کو انسان اور جانور سانس لے کر زندہ رہتے ہیں اگر ان کو سانس لینے کے لئے آکسیجن نہ ملے تو وہ چند منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتے ہماری ہوا میں ۲۱٪ آکسیجن ہے اور ۷۸٪ نایٹروجن اور ایک ٪ واٹر ویپرز اور کاربن ڈائی اکسائڈ گیس ہے، انسان اور جانور سانس لے کر جب ہوا کو خارج کرتے ہیں تو وہ ہوا کاربن ڈائی اکسائیڈ بن جاتی ہے جو زہریلی گیس ہے اور انسانوں کے لئے مضر ہے، اگر فضا کاربن ڈائی اکسائڈ سے بھر جائے اور آکسیجن ختم ہو جائے تو تمام جانور اور انسان مر جائیں گے اللہ تعالی نے یہ انتظام کیا ہے کہ سبز نباتات درخت اور اس کے سبز پتے فضا میں سے کاربن ڈائی اکسائڈ کو کھینچ لیتے

ہیں اور سانس کے ذریعہ اندر لے لیتے ہیں اور اس کو آکسیجن میں تبدیل کر کے باہر پھینکتے ہیں، یہ سلسلہ مسلسل جاری ہے، اگر سبز نباتات اور پتے فضا سے کاربن ڈائی اکسائڈ نہ کھائیں اور اس کے بدلے آکسیجن نہ پھیکیں تو جانور اور انسان کی سانسوں کی وجہ سے فضا میں کاربن ڈائی اکسائڈ بہت زیادہ ہو جائے اور آکسیجن بہت کم ہو جائے جس کی وجہ سے حیوانوں کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ دوسرے سیارے پر آکسیجن یا تو بالکل نہیں ہے یا بہت کم مقدار میں ہے اس لئے ان سیاروں پر انسانی یا حیوانی زندگی نہیں ہے۔

اللہ کا عجیب نظام ہے کہ انہوں نے سبز مادے اور نباتات پیدا کر کے زمین پر آکسیجن کا وافر انتظام کر دیا، رب العالمین نے اسی طرف متوجہ کرتے ہوئے انسان پر احسان جتلایا ہے کہ میں نے تمہارے لئے سبز مادے اور نباتات پیدا کئے ہیں ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا (سورۃ الانعام ۶ آیت ۹۹)

ترجمہ: وہی اللہ تو ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا پھر ہمنے اس سے سبز شاخ نکالی کہ ہم اس سے اوپر تلے چڑھ دانے نکالتے ہیں اس آیت میں ہر قسم کی نباتات اور سبز شاخیں اور پتوں کی اہمیت بیان کی ان سے جہاں پھل پھول نکلتے ہیں وہیں وافر مقدار میں آکسیجن بھی حاصل ہوتا ہے آکسیجن سبز مادے اور پتوں سے زیادہ نکلتا ہے اس لئے خضرا کا تذکرہ خصوصی طور پر کیا۔

آج سے چودہ سو سال پہلے جب کہ آکسیجن اور کاربن ڈائی اکسائڈ کا کوئی تصور نہیں تھا اور نہ اس کی کوئی تحقیق تھی کہ انسان آکسیجن کو سانس میں لیتا ہے اور کاربن ڈائی اکسائڈ پھینکتا ہے اور درخت اور خاص طور پر سبز پتیاں کاربن ڈائی اکسائڈ کھاتیں ہیں اور آکسیجن پھینکتیں ہیں اس زمانے میں خالق کائنات نے اس کی اہمیت اور اس کی افادیت کو پرزور انداز میں بیان کیا۔

پیدائش کے مراحل

قرآن کریم نے انسانی تخلیق کے بہت سے مراحل کا تذکرہ کیا ہے اور ہر ہر مرحلے پر عجیب عجیب حکمتوں کو بیان کیا ہے اور ان کے بارے میں انسانوں پر احساسات جتائے ہیں، جب تک ڈاکٹری تحقیقات نے ترقی نہیں کی تھی، خوردبین سے ہر ہر سیل کو دیکھا نہیں گیا تھا، سرجری نے

حیران کن انکشافات نہیں کیا تھا اور ایکسرے نے ہر ہر رگ کی تصویریں نہیں کھینچی تھیں اس وقت تک ان غامض حکمتوں کو سمجھنا مشکل تھا، اب جب کہ جسم انسانی کے ہر ہر رگ دیکھنے کے لئے ایکسرے اور مشین تیار ہو گئیں تو ان حکمتوں کو سمجھنا آسان ہو گیا، بل کہ ان حکمتوں کو دیکھ کر عقل انسانی حیران ہے کہ کن کن مرحلوں سے گذر کر تخلیق انسانی وجود میں آتی ہے۔ چونکہ خداوند قدوس نے تخلیق انسانی کے بہت سے مراحل کا ذکر کیا ہے اس لئے نقشہ کے ذریعہ مختصر طور پر یہ بتایا جائے گا کہ نطفہ کن کن مقامات سے گذر کر انسانی ڈھانچہ تیار ہوتا ہے بعد میں ہر ہر حکمت اور معجزے پر روشنی ڈالی جائے گی۔

رحم کے اس نقشے کو غور سے دیکھیں

انڈہ نکلنے کی نالی Oviduct غدود حیض

بیضہ دانی Ovary رحم Uterus

فم رحم Cervix فرج Vagina

نوٹ: چونکہ عوام کے سامنے یہ نقشہ نہیں ہوتا اس لئے تخلیق کے مراحل کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے اس لئے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے یہ نقشہ پیش کرر ہا ہوں نقشہ New Honizons Cambridge Book 2 سے لیا گیا ہے۔ اس نقشے کی تفصیل نیچے سے اوپر کی طرف کی جارہی ہے تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو

(۱) فرج Vagina عورت کی شرمگاہ کے اندر یہ تھیلی جیسی جگہ ہوتی ہے، جماع کے وقت اسی میں مرد کا عضوتناسل داخل ہوتا ہے اور یہیں تمام منی، نطفہ Spermcells خارج کرتا ہے یہاں کچھ دیر رہ کر منی کا ۹۰٪ حصہ شرمگاہ سے باہر آجاتا ہے اور ضائع ہو جاتا ہے

(۲) خم رحم Cervix یہ رحم کا منہ ہے جس میں چھوٹا سا سوراخ ہوتا ہے، اسی سوراخ کے ذریعہ قطرہ آدھا قطرہ منی رحم کے اندر داخل ہوتی ہے، عضوتناسل کا آخری سرا خم رحم سے ٹکراتا ہے تو عورت زیادہ لطف اندوز ہوتی ہے، پیدائش کے وقت بچہ اسی سوراخ سے رحم سے باہر آتا ہے۔

(۳) رحم، یا بچہ دانی Uterus یہ تین انچ لمبا اور ایک انچ گول ہوتا ہے، یہ چاروں طرف سے رگوں کا مجموعہ ہوتا ہے اور قدرے سخت ہوتا ہے، اس میں بچہ پرورش پانے لگتا ہے تو بچے کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بڑھتا رہتا ہے جب بچہ باہر نکل جاتا ہے تو پھر سکڑ کر تین انچ کا ہو جاتا

ہے۔

(۴) غدود حیض، رحم کے اندر چاروں طرف باریک لاکھوں نالیاں ہیں جن میں حیض کا خون آ کر جمع ہوتا ہے ان نالیوں کے اوپر جھلیاں ہوتیں ہیں جو مخمل کی طرح نرم ہوتیں ہیں حیض شروع ہوتا ہے تو یہ جھلیاں کٹ کٹ کر خون میں شامل ہوتیں رہتیں ہیں اور خون کے ساتھ باہر نکلتیں رہتیں ہیں پھر حیض بند ہونے کے بعد دوبارہ جھلیوں میں خون بھرنا شروع ہوتا ہے اور وہ دبیز اور موٹی ہونی شروع ہوتیں ہیں، ایک تندرست عورت کا ۲۸ دن میں حیض کا سرکل پورا ہوتا ہے انہیں جھلیوں پر بچے کا استقرار ہوتا ہے اور یہیں سے بچہ ماں کا خون چوستا ہے اور بڑا ہوتا ہے اسی کو غدود حیض کہتے ہیں۔

غدود حیض رحم میں کہاں ہوتا ہے اور وہ کس طرح کٹتا ہے اس کا نقشہ اگلے صفحے پر دیکھیں

اس نقشہ میں دیکھیں کہ نقشہ نمبر (۱) میں حیض کی جھلیاں کس طرح کٹ کٹ کر گر رہی ہیں اور جھلیاں صاف ہو رہی ہیں دوسرے نمبر میں دیکھیں کہ دوبارہ جھلیاں موٹی ہو رہی ہیں، تیسرے نمبر میں زیادہ موٹی ہو رہی ہیں اور چوتھے نمبر میں زیادہ موٹی ہو کر دوبارہ جھڑنے کے قابل ہو رہی ہیں۔

ماخوذ از New Horizons

(۵) انڈا نکلنے کی نالی Oviducl یہ نالی بہت پتلی ہوتی ہے یہ رحم اور بیضہ دانی کے درمیان ہوتی ہے مرد کا جرثومہ (منی کا باریک کیڑا جس سے انسان بنتا ہے) رحم سے حرکت کرتے ہوئے اس مقام تک آتا ہے اور عورت کا انڈا بچہ دانی سے نکل کر یہاں تک آتا ہے اور اسی نالی میں رہ کر جرثومہ عورت کے انڈے میں داخل ہوتا ہے جس کو انگلش میں انڈے کا بارہونا Fertilis کہتے ہیں پھر بارآور انڈا یہاں سے لڑھکتا ہوا تین دن میں واپس رحم تک پہنچتا ہے اور اس رحم کے اندر موجود حیض کی جھلی پر چپک جاتا ہے اور اس سے خون چوسنے لگتا ہے، یہ نالی رحم کے دائیں بائیں دونوں جانب ایک ایک ہوتی ہے۔

(۶) بیضہ دانی Ovary یہ گول سی گلٹی نما چیز ہوتی ہے جس میں عورت کا انڈا بنتا ہے ایک صحت مند عورت کی بیضہ دانی سے ہر چودہ دن میں ایک انڈا تیار ہو کر باہر نکلتا ہے اور انڈا نکلنے کی نالی میں آ جاتا ہے، بیضہ دانی رحم کے دائیں بائیں دونوں طرف ایک ایک ہوتا ہے۔

(۷) انڈا Egg بیضہ دانی سے عورت کا انڈا نکلتا ہے، یہ انڈا اتنا باریک اور چھوٹا ہوتا ہے کہ صرف خردبین سے اس کو دیکھا جا سکتا ہے، ایک انڈے میں ایک ہی جرثومہ سمو سکتا ہے زیادہ نہیں، کبھی دو جراثیم گھس گئے تو بچہ جڑواں پیدا ہوتا ہے، بکری اور کتیا کے کئی انڈے میں کئی جراثیم داخل ہو جاتے ہیں اس لئے وہ بیک وقت کئی بچے پیدا کرتی ہے۔

(۸) منی کے کیڑے (جراثیم) Spermcells اس جراثیم کا سر گول ہوتا ہے اور ہاتھ پاؤں اور آنول نال مل کر لمبا ہوتا ہے اس لئے یہ کیڑا خردبین میں لمبوترا نظر آتا ہے، یہ اتنا باریک ہوتا ہے کہ طاقتور خردبین سے ہی نظر آ سکتا ہے، منی میں جو دانے دار سفید سفید نظر آتے ہیں وہ تمام جراثیم ہوتے ہیں، ایک قطرہ منی میں تقریباً ڈھائی کڑور جراثیم ہوتے ہیں سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ایک مرد کی شرمگاہ میں ایک دن میں دس لاکھ جراثیم پیدا ہوتے ہیں، اگر یہ سب کیڑے بچے بن جائیں اور سب زندہ رہ جائیں تو صرف چھ ماہ میں پوری زمین ایک آدمی کی اولاد سے بھر جائے، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ سارے کیڑے مر جاتے ہیں اور کبھی کبھار صرف ایک کیڑا انسان بن کر باہر نکلتا ہے ان جراثیم کا صرف پانچ فی صد حصہ خم رحم کے سوراخ سے رحم میں داخل ہوتا ہے، پھر اس میں سے ایک فی صد جراثیم انڈے نکلنے کی نالی کی طرف کر حکت کرتے ہوئے دوڑتے ہیں ان کو عورت کا انڈا مل جاتا ہی تو اسکے اندر داخل ہونے کے لئے چاروں طرف سے لپٹ پڑتے ہیں اور صرف ایک جرثومہ انڈے کے اندر داخل ہو پاتا اور وہی بڑھ کر بعد میں بچہ بنتا ہے، اگر یہ داخل ہونے والا جرثومہ مونث ہے تو لڑکی پیدا ہوتی ہے اور اگر مذکر ہے تو لڑکا پیدا ہوتا ہے۔

انڈا بار آور ہونے کے بعد پھر انڈا نکلنے کی نالی سے لڑھکتا ہوا تین دن میں واپس حیض کی جھلیوں پر پہنچتا ہے اور اس پر چپک جاتا ہے اور اس سے تازہ خون چوسنے لگتا ہے اور بہت تیزی سے بڑھنے لگتا ہے ابتدا میں دانے دانے بنتے ہیں جو بعد میں وہ دانے سر، ہاتھ، پاؤ، کلیجہ، ریڑھکی ہڈی بنتے ہیں، خردبین سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف جگھوں سے چھوٹے چھوٹے دانے ابھرے ہوئے ہیں، یہی وہ علقہ ہے جو بہت معمولی سا ہوتا ہے اور حیض کی جھلیوں کے ساتھ چپکا ہوا ہوتا ہے، چار ہفتوں کے بعد مختلف جگھوں سے یہ دانے ابھر کر اس کی مقدار ایک لقمہ بوٹی کی ہو جاتی ہے اور اس کی شکل ایسی ہوتی ہے جیسے چبائی ہوئی بوٹی کی ہوتی ہے کہیں سے ابھری ہوئی

کہیں سے اندر گھسی ہوئی یہی الفاظ قرآن میں ''مضغہ'' ہے۔آٹھ ہفتے کے بعد وہ دانے جو ابھرے ہوئے تھے وہ ہڈیاں بننے شروع ہو جاتے ہیں، وہ اس وقت اتنی سخت نہیں ہوتیں البتہ یہی دانے بعد میں بنیادی ہڈیاں بنتے ہیں اور اس پر گوشت چڑھتا ہے اور فکَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحماً کا خاکہ پیش کرتے ہیں۔

تین مہینے کے بعد بچے کے ہاتھ پاؤں کی شکلیں نظر آنے لگتیں ہیں البتہ پورا ہاتھ پاؤں ابھی بنا نہیں ہوتا اس وقت بچے کو خردبین سے دیکھیں تو مذکر ہے یا مونث اس کا پتہ چل جاتا ہے کیوں کہ تذکیر و تانیث بھی نظر آنے لگتی۔

اس پوری تفصیل کے بعد قرآن کریم کے بتلائے ہوئے تخلیق کے تمام مراحل پر غور فرمائیں کہ چودہ سو سال پہلے خالق کائنات نے کتنی سچی اور صحیح بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے

سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ ہر جاندار چیزیں بنیادی چیز پانی ہے، اسی سے اس کی پیدائش ہوتی ہے اور اسی سے وہ زندہ رہتا ہے Space Facts P80

قرآن کریم نے بھی بہت پہلے اعلان کیا ہے کہ ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے، اس آیت کو پڑھیں وَجَعَلْنَا مِنَالْمَآءِ كُلَّ شَئٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ (سورۃ الانبیاء ۲۱ آیت ۳۰) ترجمہ: اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے کیا پھر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے جس بات کو قرآن کریم نے کہا سائنسی تحقیقات نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

منی کئی پانیوں کا مجموعہ ہوتی ہے

ڈاکٹری تحقیق یہ ہے کہ خود منی کئی پانیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔

(۱) حوضلہ منویہ کی رطوبت

یہ لفظ اصل میں حوض المنو یہ منی جمع ہونے کی تھیلی یہ تھیلی غدہ شانہ کے قریب ہوتی ہے خصیہ سے منی پیدا ہو کر باہر نکلنے تک اسی تھیلی میں جمع رہتی ہے اس تھیلی سے ایک قسم کی رطوبت رستی رہتی

ہے جس کو حوصلہ منویہ کی رطوبت کہتے ہیں۔

(۲) غدہ مثانہ کی رطوبت

مثانہ کی رطوبت، مثانہ کی جھلیوں سے ایک رطوبت رستی ہے، یہ رطوبت چکنی اور لیس دار ہوتی ہے اس رطوبت میں خاص قسم کی بو ہوتی ہے، منی کو سونگھنے سے یہی بو آتی ہے، یہ رطوبت منی کے ساتھ ملتی ہے، منی کے جراثیم اس رطوبت میں تیرتے رہتے ہیں

(۳) ودی

دائرہ بول کے قریب کچھ غدود ہوتے ہیں ان غدود سے رقیق، پتلا اور لیس دار مادہ لعاب کی طرح رستا ہے اس کو ودی کہتے ہیں، مرد عورت سے ملاعبت کرتا ہے تو ودی مرد کی پیشاب گاہ میں آجاتی ہے اور جب منی نکلتی ہے تو اس کے ساتھ بھی یہ رطوبت شامل ہو جاتی ہے۔

(۴) منی کے کیڑے

یہ کیڑے مرد کے خصیے میں پیدا ہوتے ہیں جو کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہیں اور انتہائی چھوٹے اور لمبوترے ہوتے ہیں یہ اوپر کے تینوں قسم کے پانی میں مل کر تیرتے رہتے ہیں (ماخوذ قرآن وسائنس اور بائبل صفحہ ۳۲۷) گویا کہ منی ایک قسم کے خلیے (کیڑے) اور تین قسم کے پانی کا مجموعہ ہوئی۔

خالق کائنات اسی باریک حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے تم کو ملے جلے نطفہ سے پیدا کیا ہے، ارشاد ہے اِنَّا خَلَقْنَا الاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (سورۃ الدھر ۷۶ آیت ۲) ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا مخلوط نطفہ سے ابھی اوپر ذکر ہوا کہ ڈاکٹری تحقیق کے اعتبار سے نطفہ میں تین قسم کے پانی ہوتے ہیں آج ڈاکٹری تحقیق خوردبین سے دیکھنے کے بعد کہتی ہے کہ منی کئی قسم کے پانیوں کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے اشارہ کیا تھا کہ میں نے انسان کو بہت سے ملے جلے اور مخلوط پانی سے پیدا کیا ہے۔

(نوٹ) امشاج کی مشہور تفسیر یہ ہے مرد اور عورت کے ملے جلے پانی سے پیدا کیا ہے لیکن

جو معنی اوپر بیان ہوا الفاظ میں اس کی بھی گنجائش ہے۔

بچہ حقیر پانی سے پیدا ہوتا ہے

پچھلے صفحے پر ڈاکٹری تحقیق گذری کہ منی کے ایک قطرے میں تقریباً ڈھائی کروڑ جراثیم ہوتے ہیں جب منی شرمگاہ میں ٹپکائی جاتی ہے تو اس کا اکثر حصہ فرج سے باہر نکل جاتا ہے ان میں سے بہت قلیل مقدار خم رحم سے پار کر کے بچہ دانی کے اندر پہنچتا ہے پھر جو اندر پہنچتا ہے ان میں سے بھی سب ضائع ہو جاتے ہیں صرف ایک جرم عورت کے انڈے میں داخل ہو کر انسان بنتا ہے، گویا کہ نطفہ کا حقیر حصہ بچہ دانی میں پہنچا اور ان میں سے بھی کشیدہ کر کے چن کر کے ایک جرثومہ سے انسان کو پیدا کیا۔

قرآن کریم نے اسی باریک نقطے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَه مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (سورۃ الم السجدہ ۳۲ آیت ۸) ترجمہ: پھر انسان کی نسل کو چلایا بے قدر پانی کے کشید سے دوسری آیت میں ہے اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (سورۃ المرسلت ۷۷ آیت ۲۰) ترجمہ: کیا میں تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہیں کیا پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ حقیر پانی سے کشید کر کے چن کر کے انسانی نسل کو بنایا ہے، دوسری آیت سے اللہ نے انسان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے احسان جتایا ہے کہ کیا تم کو میں انتہائی حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟ اب اس سے حقیر کیا ہوگا کہ ایک قطرہ ناپاک پانی میں ڈھائی کروڑ کیڑوں میں سے صرف ایک کیڑا سے اور وہ بھی اتنا چھوٹا کہ خردبین سے بھی مشکل سے نظر آئے، اس کیڑے سے چھ فٹ کا چلتا پھرتا انسان پیدا کر دیا۔

انسانی تحقیقات جب اس مقام پر پہنچی کہ صرف ایک باریک سے کیڑے سے انسان کو پیدا کیا جاتا ہے پھر آیات قرآنی کے انکشافات کو دیکھا تو سائنس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔

جرثومہ کو محفوظ جگہ پر رکھا جاتا ہے

تخلیق انسانی کے مراحل سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ انڈا بار آور ہونے کے بعد حیض کی

جھلیوں پر کس طرح چپکتا ہے، اس سے خون چوستا ہے اور بڑا ہو کر انسان بنتا ہے، اتنا باریک کیڑا، اتنا باراانڈا کہ ذرا سا خون کا دوران تیز ہو جائے تو کیڑا بہ جائے لمٹ سے زیادہ خون گرم ہو جائے تو کیڑا جل جائے یا رحم کی دیوار رگڑ کھا جائے تو کیڑا مسل جائے لیکن ان تمام حوادثات کے باوجود خالق کائنات اس باریک سے کیڑے کو اس مقام پر محفوظ رکھتا ہے، اس کو روزی پہنچاتا اور اس کی حیات کے لئے تمام اسباب مہیا کرتا ہے اور نو ماہ تک اس اندھیری کوٹھری میں رکھ کر اس کی پرورش کرتا ہے اور انتہائی حسین اور معصوم چہرہ دیکھ کر اس کو باہر نکالتا ہے خالق ارض وسماء اپنی قدرت کی طرف متوجہ کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انسانوں غور تو کرو کہ اتنے حوادثات کے سامنے میں تمہارے جرثومہ (کیڑا) کو محفوظ و مامون رکھا اور جرثومہ کے لئے ایسی خطرناک جگہ کو قرار مکین محفوظ جگہ بنا دیا ارشاد ہے فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (سورۃ المرسلت ۷۷ آیت ۲۱-۲۲) ترجمہ: پھر ہم نے نطفہ کو ایک مقرر وقت تک ایک محفوظ جگہ میں رکھا، دوسری جگہ ہے ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ (سورۃ المومنون ۲۳ آیت ۱۳) ترجمہ: پھر ہم نے اسے نطفہ بنایا ایک محفوظ مقام میں۔ مقام کی خطرناکی، جراثیم کی کمزوری اور اس کی باریکی کا تصور کریں پھر کس طرح رب العالمین نے محفوظ و مامون رکھا اور اس کو بڑھا کر اور بالیدگی دیکر ہٹا کٹا انسان بنایا اس پر غور کریں تو عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے۔

نطفہ کے بعد علقہ بنتا ہے

پچھلے صفحے پر ڈاکٹری تحقیق گذری کہ انڈا بارآور ہونے کے بعد رحم میں آ کر حیض کی جھلیوں پر آ کر چپک جاتا ہے کیڑے کا ایک سرا جھلیوں چپکتا ہے اور خون چوستا ہے یہی سرا بعد میں موٹا ہو کر ”آنول نال“ کہلاتا ہے یہ بٹی ہوئی رسی کی طرح دیکھائی دیتی ہے آنول نال کا جو سرا جھلیوں سے چمٹتا ہے اس کی ساخت درخت کی جڑ کی طرح ہوتی ہے، جس طرح جڑ مٹی سے رس چوستی ہے اسی طرح آنول نال کی باریک باریک رگیں حیض کی جھلیوں سے خون چوستی رہتیں ہیں انڈا ابتدائی حالت میں انہیں صفات کا حامل ہوتا ہے جو علقہ کا مفہوم ہے مثلاً

(۱) انڈا بارآور ہو کر جھلیوں سے چپکنے کے وقت میں بالکل معمولی ہوتا ہے

(۲) خون کا لتھڑا سا ہوتا ہے

(۳) اوپر سے چپکا ہوا ہوتا ہے
(۴) جھلیوں کے اوپر سے خون چوستا ہے
علقہ کے لغوی معنی میں یہ چاروں باتیں موجود ہیں آپ علقہ کی تصویر دیکھیں یہ جو رحم کے اندر گول سا دائرہ ہے وہ علقہ ہے جو حیض کی جھلیوں کے ساتھ چپکا ہوا ہے۔

علقہ کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اپنے معجزانہ الفاظ میں فرمایا ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً (سورۃ المومنون ۲۳ آیت ۱۴) ترجمہ: پھر ہم نے نطفہ کو خون کا لتھڑا بنا دیا دوسری جگہ ہے ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی (سورۃ القیمہ ۷۵ آیت ۳۸) ترجمہ: پھر نطفہ خون کا لتھڑا ہو گیا پھر اللہ نے اسے انسان بنایا ان آیتوں میں علقہ کی خصوصی حالت اور اس کی نزاکت کی طرف خداوند کریم نے بار بار متوجہ کیا ہے، سائنسی تحقیق نے علقہ کی نزاکت کو اور واضح کر دیا ہے اور وہی بات کہی ہے جو رب العالمین نے کہا تھا۔

مضغہ کی ساخت

مضغہ کے معنی چبائی ہوئی چیز یا چبائی ہوئی بوٹی کے ہے مضغہ کی ہیئت کو دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ واقعی وہ چبائی ہوئی بوٹی کی طرح ہے، اس وقت کی مقدار ایک لقمہ بوٹی جتنی ہوتی ہے، وہ کہیں سے ابھرا ہوا اور کہیں سے اندر کو گھسا ہوا ہوتا ہے ایسا لگتا ہے کہ کسی نے اس کو چبا کر رکھ دیا ہو، قرآن کی یہ تعبیر کہ وہ چبائی ہوئی بوٹی کی طرح ہوتی ہے بالکل صحیح ہے آپ مضغہ کے اس نقشہ کو دیکھیں جو ۲۸ دنوں کا ہے اور ایک دوسرے سے یہ تصویر اتاری گئی ہے اس نقشہ میں دیکھیں کہ سر کا حصہ ابھرا ہوا ہے ہاتھ، پاؤں اور دم کا حصہ ابھرا ہوا ہے اور پیٹ کا حصہ اندر کو گھسا ہوا ہے۔

قرآن کریم نے اسی ساخت کو مضغہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے آپ ارشاد ربانی کو دیکھیں ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ (سورۃ الحج ۲۲ آیت ۵) ترجمہ: پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بوٹی سے کہ بعض پوری ہوتی ہے اور بعض ادھوری، یعنی اس مدت میں چبائی ہوئی بوٹی کی طرح ہوتی ہے اور اس وقت بچہ ادھورا بنا ہوا ہوتا ہے دوسری آیت میں ہے فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً (سورۃ المومنون ۲۳ آیت ۱۴) ترجمہ: پھر ہم نے خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنا دیا کتنی عجیب بات ہے کہ ایکسرے نے قرآن کی تعبیر کی بھی تصدیق کر دی مضغہ کی ابھری ہوئی

ساخت اصل میں سر، ہاتھ پاؤں ریڑھ کی ہڈی اور دم کی ہڈیاں ہیں اسی ہڈی پر بعد میں گوشت چڑھتا ہے اور پوری تخلیق کے بعد بچہ بن جاتا ہے ارشاد ہے فکسونا العظم لحما (سورۃ المومنون ۲۳ آیت ۱۴) ترجمہ: پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا خداوندکریم کی قدرت ہے کہ ایک باریک سے کیڑے میں اتنی تبدیلی کرتی ہے اور مکمل انسان بنا کر پیدا کرتی ہے باریک سے کیڑے اور بچے کے درمیان موازنہ کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ بچہ کوئی دوسری ہی مخلوق ہے، کہاں حقیر کیڑا اور کہاں چلتا پھرتا انسان کتنی عظیم تبدیلی ہے خالق کائنات نے اسی کو فرمایاثم انشاء خلقًا آخر فتبارك الله احسن الخالقين (سورۃ المومنون ۲۳ آیت ۱۴) ترجمہ: پھر ہم نے اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنادیا، کیسی شان والا ہے اللہ تمام صناعوں سے بڑھ کر

انسان کو مٹی سے پیدا کیا

کئی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے انسان آدم کو اللہ نے مٹی سے بنایا تھا اور اس کی اولاد میں ابھی تک وہی سلسلہ چل رہا ہے اس لئے اللہ نے اصل حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ انسان کو میں نے مٹی سے بنایا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان چاول گیہوں، پھل اور پھول وغیرہ کھاتا ہے اور اس کے مادے سے انسان کی منی بنتی ہے۔ چاول گیہوں پھل پھول کا اصل مادہ مٹی ہی ہے تو منی اور اس کے جراثیم مٹی سے بنے، پھر بعد میں بھی انسان چاول گیہوں کھاتا ہے اور جوان ہوتا ہے تو گویا کہ جراثیم کی اصل مٹی ہے اور پورے جسم کی ترکیب بھی مٹی سے ہوئی اس لئے اللہ نے کئی جگہ انسان کی اصل حقیقت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے ارشاد ہی فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ (سورۃ الحج ۲۲ آیت ۵) ترجمہ: ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے دوسری جگہ ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ (سورۃ المومنون ۲۳ آیت ۱۲) ترجمہ: اور یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ان آیتوں میں بار بار انسانوں کو توجہ دلایا کہ تمہاری اصل خمیر مٹی سے ہے۔

انسان کو تین اندھیروں میں پیدا کیا

سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ انسان تین اندھیروں میں پیدا ہوتا ہے

(۱) ایک شرمگاہ کا خول جس کو شکم مادر کی چھت کہتے ہیں۔

(۲) دوسری اندھیری بچہ دانی ہے جس کو عربی میں رحم کہتے ہیں۔

(۳) تیسری اندھیری پانی کی تھیلی ہے انڈا بار آور ہوتا ہے تو کیڑا بچہ بنتا ہے اور انڈے کا خول بچے کے ساتھ بڑھتا رہتا ہے اور وہ ایک تھیلی سا بن جاتا ہے اس تھیلی میں پانی بھر جاتا ہے اسی پانی میں بچہ تیرتا رہتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے یہ پانی بچے کو اوپر کی زد سے بھی محفوظ رکھتا ہے اور نقصان دہ جراثیم سے بھی محفوظ رکھتا ہے تو گویا کہ تین اندھیریاں ہوئیں شکم مادر کی چھت، رحم اور پانی کی تھیلی ان تین اندھیریوں میں جنین (بچہ) پرورش پاتا ہے

قرآن کریم نے اسی حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا یَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ (سورۃ الزمر ۳۹ آیت ۶) ترجمہ: اللہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر تین تین تاریکیوں میں واقعی رب العالمین تین تین اندھیریوں میں انسانوں کو پیدا کرتا ہے جہاں انسان کی نظر کی بھی رسائی نہیں ہوتی وہاں خالق کائنات کی قدرت کا مظاہرہ ہوتا ہے سائنس نے ان تین اندھیریوں کا پتہ لگایا تو قرآنی تحقیقات پر حیراں ہوگئی۔

نزول قرآن کے وقت تخلیق کے ان مراحل کی تحقیق نہیں ہوئی تھی ابھی سائنس نے ایک سرے اور خردبین کے ذریعہ ان مراحل کی تحقیق کی تو انسانی عقل حیران ہے کہ کس طرح ای باریک جرثومہ کو ہزاروں حادثات کے سامنے کھڑا کر کے چند مہینوں میں کئی کیلو وزن کا بچہ بنادیا جاتا ہے اور پھر کس طرح اس کو چلتا پھرتا عقلمند انسان بنا کر پیش کرتے ہیں، پھر عجیب بات یہ ہے کہ جن مراحل کا تذکرہ قرآن پاک کرتا ہے ڈاکٹری تحقیقات حرف بحرف ان کی تصدیق کرتی چلی جارہی ہے، جس سے سوفی صد یقین ہوتا ہے کہ یہ رب العالمین کی کتاب ہے کسی انسان کی تصنیف نہیں، یہ کتاب فصاحت وبلاغت میں بھی معجزہ ہے اور سائنسی تحقیقات کے معیار پر بھی سراپا معجزہ ہی معجزہ ہے۔

وجود سے پہلے کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے

آج کل ایکسرے اور خرد بین کے ذریعہ دیکھ لیتے ہیں کہ بچہ دانی میں کیا ہے لڑکا ہے یا لڑکی، یا علقہ اور مضغہ کے خون کو ٹیسٹ کر کے معلوم کر لیتے ہیں کہ بچہ لڑکا ہے یا لڑکی اس سے اشکال ہوتا ہے کہ آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَاتَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (سورۃ لقمن ۳۱ آیت ۳۴) ترجمہ: بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی منہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے اور کوئی بھی نہیں جان سکتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا اور نہ کوئی جان سکتا ہے کہ وہ کس زمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ ہی علم والا ہے خبر رکھنے والا ہے اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ بارش کب ہوگی اور رحم میں کیا ہے اس کو کوئی نہیں جانتا اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی وجود سے پہلے بھی جانتے ہیں کہ بچہ دانی میں کیا ہے، جراثیم کے وقت جانتے ہیں کہ یہ جراثیم حمل بن کر پیدا ہوگا یا نہیں اور یہ جرثومہ لڑکا ہے یا لڑکی وجود سے وجود سے پہلے یا کافی واضح بچہ ہو جانے سے پہلے خون ٹیسٹ کرنے سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ حمل ہے یا نہیں اور حمل ٹھہر گیا ہے تو لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی، اور اللہ تعالی کو ہر آن اس کا علم ہے وجود سے پہلے بھی اور وجود کے بعد بھی یہی جواب ہی اشکال کا بھی کہ آج کل سائنس دان بہت پہلے بارش کی اطلاع دے دیتے ہیں جب کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ بارش کا علم کسی کو نہیں ہے جواب یہ ہے کہ سائنس دان بادل میں بارش کے اثرات، ہوا کی برودت کو دیکھ کر بارش کی اطلاع دیتے ہیں مان سون ہوائیں اوپر اٹھتیں ہیں تو Waves کے ذریعہ معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ کس رفتار سے چل رہی ہیں کہاں جا کر ٹھنڈی ہو کر بارش بنے گی اور کہاں جا کر اولے اور برف بنے گی اور کتنے گھنٹے کے بعد یہ برس پائے گی ان ساری چیزوں کا حساب لگا کر وہ بارش برف اور اولے کی خبر ایک دو دن پیشگی دے دیتے ہیں لیکن یہ ساری پیشن گوئیاں اثرات اور علامات دیکھنے کے بعد اور حساب لگانے کے بعد دیتے ہیں اثرات اور علامات پیدا ہونے اور اس کو دیکھنے سے پہلے آج بھی کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی، کہاں ہوگی اور کتنی مقدار میں ہوگی۔ اور اللہ تعالی اثرات و علامات کے ظاہر ہونے سے پہلے بھی جانتے ہیں کہ بارش ہوگی یا نہیں ہوگی اور ہوگی تو کتنی ہوگی اور کہاں ہوگی وہ ہر قطرے کو جانتے

ہیں اس لئے علامات دیکھ کر اطلاع دینے سے آیت پر اشکال نہیں ہونا چاہئے آیت آج بھی اپنے معنیٰ میں زندہ جاوید اور سدا بہار ہے۔

ہر پھول پھل کا جوڑا جوڑا پیدا کیا

سائنسی تحقیق یہ ہے کہ تمام جانور اور تمام پھول پھل میں اللہ نے مذکر اور مونث پیدا کیا ہے، جانوروں میں مذکر و مونث نر مادہ ہونا تو سبھی جانتے ہیں لیکن یہ حیرت انگیز انکشاف ہے کہ تمام پھول اور پھل میں بھی نر مادہ پیدا کیا ہے اور مادہ پھول نر پھول سے منی حاصل کرنے کے بعد حاملہ ہوتی ہے اور پھر پھل دیتی ہے، اگر نر پھول سے منی حاصل نہ کرے تو یا تو پھل آئے گا ہی نہیں یا پھل تو آئے گا مگر کمزور اور ہلکا قسم کا پھل آئے گا۔

بعض درخت ایسے ہیں جن میں نر اور مادہ درخت کا صاف صاف پتہ چلتا ہے جیسے کھجور کا درخت تاڑ کا درخت، پپیتے کا درخت ان میں نر درخت بالکل علیحدہ ہوتا ہے اور مادہ درخت بالکل علیحدہ ہوتا ہے، بعض درخت ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں نر اور مادہ درخت الگ الگ نہیں ہوتے بل کہ ایک ہی درخت میں دونوں قسم کے پھول ہوتے ہیں نر بھی اور مادہ بھی، نر پھول کی منی کبھی ہواؤں کے ذریعے کبھی شہد کی مکھیوں کے ذریعے، کبھی بلبل کے ذریعے کبھی پانی کے ذریعے، کبھی ہوا کے جھونکوں میں ایک پھول دوسرے پھول سے ملنے کے ذریعے مادہ پھول میں پہنچ جاتی ہے اور اس سے مادہ پھول حاملہ ہوجاتی ہے اور مادہ پھول حاملہ ہوجاتی ہے پھر پھل دیتی ہے، اکثر درخت اور نباتاتوں میں نر پھول اور مادہ پھول کا پتہ نہیں چلتا تھا اور یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ مادہ پھول نر پھول سے حاملہ ہوتی ہے لیکن خوردبین کی تحقیقات نے یہ انکشاف یقینی بنادیا۔

اسی نقطے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خالق کائنات نے فرمایا۔ ومن کل الثمرات جعل فیھا زوجین اثنین (سورۃ الرعد ۱۳ آیت ۳) ترجمہ: اور ہر پھل کی دو دو قسمیں بنادیں دوسری جگہ ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الاَزْوَاجَ کُلَّھَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِھِمْ وَمِمَّا لَایَعْلَمُوْنَ (سورۃ یٰسین ۳۶ آیت ۳۶) ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے تمام جوڑوں کو پیدا کیا نباتات زمین کے قبیل سے بھی اور ان شخصوں میں سے بھی اور ان چیزوں میں بھی جن کو عام لوگ نہیں جانتے ان آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ حیوانوں کو پھول پھل کو جوڑا جوڑا یعنی نر مادہ پیدا

کیا ہے۔

سائنسی تحقیقات نے جب انکشاف کیا کہ تمام پھول اور پھل میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں تو لوگ قرآن کریم کے حقائق بیان کرنے پر انگشت بدندان ہوگئے۔

جن چیزوں میں کسی قسم کی حیات نہیں ہے اور نر مادہ بننے کی صلاحیت نہیں ہے وہاں ازواج کا معنی مقابل کے ہوگا جیسے زمین کے مقابلے میں آسمان بولتے ہیں کالا کے مقابلے میں گوارا وغیرہ

حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے

اوپر ذکر کیا گیا کہ پھل اور پھول تک میں نر اور مادہ ہے اور نر کی منی سے مادہ حاملہ ہوتی ہے، اس کے باوجود دنیا میں کچھ استثنائی حیوانات ایسے ہیں جو نر کے ساتھ ملاپ نہیں کرتیں بل کہ جس جگہ مادہ انڈا دیتی ہے وہیں نر اپنی منی کا اخراج کر دیتا ہے قریب قریب ہونے کی وجہ سے منی کے جراثیم انڈے کے اندر سرایت کر جاتے ہیں اور انڈا بارآور ہو جاتا ہے اور بچہ پیدا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

فارم کی مرغیاں آج کل ہر روز انڈا دیتیں ہیں اور مرغے سے ملاپ نہیں کرتیں ''انہ الحق کتاب صفحہ ۱۰۰'' میں لکھا ہے کہ شہد کی مکھی انڈا دیتی ہے اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن وہ نر سے ملاپ نہیں کرتی، ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو نر سے ملاپ کی ضرورت نہیں ہوتی وہ نر کے بغیر بھی بچہ دے دیتی ہیں اس لئے حضرت عیسیٰ کو اللہ نے بغیر باپ کے پیدا کیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور اس کے انکار کی ضرورت نہیں ہے دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جو بغیر نر کے پیدا ہوتی ہیں سائنس اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ بغیر نر کے ملاپ کے بھی بچہ پیدا ہونے کا امکان ہے، جو خالق مرد کے عضو تناسل میں کروڑوں کیڑے پیدا کر سکتے ہیں وہ بغیر مرد کے صرف عورت سے بچہ پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ ارشاد ربانی ہے وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُّوْحِنَا (سورۃ التحریم ۶۶ آیت ۱۲) ترجمہ: اور مریم بنت عمران جنھوں نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا تو ہم نے ان کے چاک گریباں میں اپنی روح پھونک دی اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا کئے گئے ہیں اور سائنس اس کی

تصدیق کرتی ہے کہ ایسا ہونا بہت ممکن ہے۔

جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا

ابھی سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ کرنٹ کے ذریعہ ہزاروں ٹن کی مشین گھماتی رہتی ہے اور اس کو حرکت میں لاتی ہے، کرنٹ کی روٹیلی وژن میں دوڑتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ زندہ ہوگیا وہ ہمیں تصویر دکھانے لگتا ہے اور آواز سنانے لگتا ہے یہی کرنٹ کمپیوٹر میں دوڑتی ہے تو وہ انسانی دماغ کی طرح سوچنے لگتا ہے اور عجیب عجیب باتیں لکھنے لگتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کرنٹ اور روشنی ایک ایسی چیز ہے جس سے کوئی چیز متحرک ہوسکتی ہے اور ایک زبردست مادہ ہے کہ اس سے کوئی طاقتور چیز بنائی جاسکتی ہے آپ کو معلوم ہے کہ کرنٹ آگ کا ایک اہم حصہ ہے

پچھلے زمانے میں اس بات پر بڑا تعجب کا اظہار کیا جاتا تھا کہ آگ جیسی لطیف مادہ سے جنات کو کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے اور روشنی سے فرشتہ کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے وہ تو کوئی سخت چیز نہیں ہے وہ تو انتہائی لطیف چیز ہے اس سے جنات کی پیدائش مشکل معلوم ہوتی ہے لیکن کرنٹ، رو، Waves اور روشنی کے حیرت انگیز کارناموں کے بعد یہ یقین ہوتا ہے کہ کرنٹ اتنی بڑی مشینوں کو چلاسکتی ہے اور ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر کو متحرک کرسکتی تو اللہ تعالی اس سے جنات کو بھی پیدا کرسکتا ہے اسی طرح روشنی (النور) سے فرشتے کو بھی پیدا کیا جاسکتا ہے۔ یہ یقینی بات ہے ارشاد ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُوْمِ (سورۃ الحجر ۵ آیت ۲۷) ترجمہ: اور جنات کو ہم اس سے پہلے گرم آگ سے پیدا کرچکے ہیں سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ آگ یا روشنی سے جنات اور فرشتوں کا پیدا کرنا ممکن ہے اور جس طرح کرنٹ اور روشنی میں زبردست طاقت ہے اسی طرح جنات اور فرشتوں میں بھی زبردست طاقت ہوگی۔

ختنہ کے فوائد

اس وقت انگریز ڈاکٹر ختنہ کرنے پر زور دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عضو تناسل کا اگلا چمڑا جماع کے وقت درمیان میں حائل ہوجاتا ہے اور لطف اندوزی میں دقت پیش آتی ہے، خاص طور پر عورت اس چمڑے کی وجہ سے زیادہ لطف اندوز نہیں ہوسکتی ہے، اس لئے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس

چمڑے کو ضرور کٹوا دینا چاہئے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس چمڑے میں جراثیم اور گندگی پھنس جاتی ہے، اس کو بار بار صاف کرنا پڑتا ہے اگر صاف نہ کیا جائے تو اس سے بیماری پکڑنے کا زبردست خطرہ رہتا ہے اس لئے وہ اس چمڑے کو کٹوانا ضروری سمجھتے ہیں۔

جس چیز کو آج تحقیق کے بعد ضروری سمجھا گیا اس کو شریعت مطہرہ نے بہت پہلے کٹوانے کے لئے کہا تھا اور اس کو سنت انبیاء قرار دیا تھا، قربان جائے اس شریعت پر جس نے پاکی اور صفائی کا اتنا خیال رکھا اور بغیر خردبین کے ساری تحقیق پیش کردی۔

ہاتھ پاؤں دھونے کے فوائد

ڈاکٹری تحقیق یہ ہے کہ ہاتھ اور پاؤں مختلف مقامات پر استعمال ہوتے رہتے ہیں اس لئے بہت باریک باریک نقصان دہ جراثیم ہاتھ پاؤں میں لگ جاتے ہیں؛ اگر ان کو دھو دیا جائے تو وہ مر جاتے ہیں اور جسم بہت ساری بیماریوں سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے اور ان کو دھویا نہ جائے تو وہ جراثیم بیماریاں پیدا کرتے ہیں اور آدمی کو بیمار بنا دیتے ہیں، خاص طور پر جلد کی بیماری ان جراثیم سے زیادہ پھیلتی ہے۔

اگر کھانے سے پہلے ہاتھ نہ دھویا جائے تو وہ جراثیم کھانے کے ساتھ ساتھ پیٹ میں چلے جاتے ہیں اور جسم میں بیماری پھیلاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انگریز چمچہ سے کھانا کھاتے ہیں، وہ جراثیم کے ڈر سے کھانے میں ہاتھ استعمال نہیں کرتے، اور اگر کھانے سے پہلے ہاتھ دھولیا جائے تو جراثیم مر جاتے ہیں اور پیٹ میں جا کر نقصان نہیں دیتے۔

قربان جایئے شریعت مطہرہ پر کہ اس نے دن میں پانچ مرتبہ وضو میں ہاتھ پاؤں اور منہ دھونے کی تاکید فرمائی اور صاف ستھرا رہنے کی ترغیب دی، کھانے سے پہلے خصوصی طور پر ہاتھ دھونے کے لئے کہا تاکہ جراثیم اور گندگی سے لوگ بیمار نہ ہو جائیں۔

سائنس آج تحقیق کے بعد اور خردبین سے دیکھنے کے بعد کہتی ہے، ہمارے پیارے نبیؐ نے چودہ سو سال پہلے اس کی نشان دہی کی تھی۔

موٹے جھوٹے کھانے کے فوائد

انگلینڈ کی دکانوں میں بغیر چھنا ہوا آٹا یا خالص چوکر کا آٹا، بریڈ، ویٹاوکس وغیرہ سوا گنا اور ڈیڑھ گنا مہنگا ملتا ہے۔اس کے برخلاف میدے اور سفید آٹے کی قیمت کافی کم ہے،لوگ چوکر والا شوق سے خریدتے ہیں اور زیادہ قیمت دیکر خریدتے ہیں اور ذوق سے کھاتے ہیں پوچھنے سے معلوم ہوا کہ یہ آٹا زود ہضم ہوتا ہے اور مقوی ہوتا ہے، یہ آٹا قبض نہیں کرتا، یہ کھانے میں تھوڑا کھردرا ضرور ہوتا ہے لیکن پیٹ کے لئے بہت مفید ہے اس لئے اس کی قیمت زیادہ ہے۔

جو کی بارلی اور جو کی روٹی بخار زدہ بیماروں کے لئے انتہائی مفید ہے اور وہ اتنی مقوی اور زود ہضم ہے کہ بیمار اس سے جلد صحت مند ہو جاتا ہے۔

ہم حضور پاک ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی خوراک کو دیکھتے ہیں تو یہی نظر آتا ہے کہ وہ موٹا جھوٹا کھاتے تھے، بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی پسند کرتے تھے اور جو کی روٹی بہت مرغوب تھی، ظاہری طور پر لگتا ہے کہ یہ غذا کھردری ہے لیکن آج کی سائنسی دنیا اسی خوراک کو مفید، قوی اور زود ہضم بتاتی ہے اور وہی کرنے کی ترغیب دیتی ہے جو حضورؐ اور صحابہ کرامؓ اپنی زندگی میں کر کے گئے ہیں۔

ایڈز کی نئی نئی بیماریاں

اس وقت ایڈز کی بیماری اتنی پھیلی ہوئی ہے کہ ڈاکٹر پریشان ہیں، اس بیماری سے ہزاروں آدمیوں کی موت واقع ہو چکی ہے اور خطرہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ اگر احتیاط نہ کی گئی تو لاکھوں آدمیوں کی موت واقع ہو گی۔

اس بیماری کی جڑ پکڑنے اور پھیلنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ زنا کی کثرت اور غیر مردوں اور غیر عورتوں سے اختلاط سے زیادہ ہوتی ہے۔اجنبی مرد اجنبی عورت سے اختلاط کرتے ہیں تو بیماری کے جراثیم ایک دوسرے میں سرایت کر جاتے ہیں اور بیماری پھیلا دیتے ہیں ابتدائی طور پر اس کا پتہ نہیں چلتا کہ اس مرد یا عورت میں ایڈز کی بیماری سرایت کر چکی ہے، بیماری کے جراثیم ایک دوسرے میں سرایت کر جاتے ہیں اور بیماری سرایت کر چکی ہے، بیماری جب گہری ہو جاتی ہے تب اس کا پتہ چلتا ہے لیکن اس وقت تک مرض اپنا اثر دکھا چکا ہوتا ہے۔یہ نئی نئی بیماری

پہلے نہیں تھیں اس کا نام بھی پہلے نہیں سنا گیا تھا، لیکن جب یورپ میں بے راہ روی زیادہ ہوئی اور زنا کی وباء عام ہوگئی تو یہ نئی نئی بیماری شروع ہوئیں انہوں نے قوم ونسل کو تباہ و برباد کردیا۔

حضور پاکؐ نے فرمایا کہ جس قوم میں زنا کی کثرت ہوگی اور بے حیائی عام ہوجائے گی اس میں نئی نئی بیماریاں اور طاعون پھیل جائیں گے جن کا پہلے کبھی نام بھی نہیں سنا ہوگا۔ ارشاد ہے

قال رسول الله ﷺ لم تظهر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بها الافشی فیهم الطاعون والاوجاع التی لم تکن مضت فی اسلافهم۔ رواه ابن ماجه باب الفتن صفحه ٢٢ والحاکم صفحه ۴ ازانہ الحق صفحہ ٣٧۔ ترجمہ: آپؐ نے فرمایا کہ کسی قوم میں زنا عام ہوئی تو ایڈز کی بیماری جو پہلے کبھی نہیں سنی گئی تھی وہ پھوٹ پڑی اور قوم کو تباہ کر دیا واقعی آپؐ سچے رسول ہیں کہ جو کچھ فرمایا وہ ہو کر رہا الهم احفظنا منه

بادل کی قسمیں اور اس کا طریقہ کار

سائنسی تحقیق یہ ہے کہ بادل کی نو قسمیں ہیں، ایک تو انتہائی اوپر چالیس ہزار فٹ یا بارہ کیلو میٹر سے بھی اوپر ہوتا ہے یہ بہت ٹھنڈا ہوتا ہے، تین بادل سیریں، سیرو کومولس اور سیرو اسٹرٹیس، یہ تین قسم کے بادل بارہ کیلو میٹر اور نو کیلو میٹر کے درمیان میں ہوتے ہیں چونکہ ٩ کیلو میٹر اوپر میں ٹھنڈی درجہ انجماد کو پہنچ جاتی ہے اس لئے ان تینوں بادلوں میں پانی جم کر برف ژالہ اور اولا بن جاتا ہے اور زمین پر گرنے لگتا ہے۔

چوتھی قسم کا بادل کومولونمبس Cumulo Nimbus سب بادلوں سے اہم بادل ہوتا ہے۔ گرم ممالک میں جب بہت زیادہ گرمی ہوتی ہے تو بادل آندھی، طوفان اور ہواؤں کے جھکڑ کے ساتھ نیچے سے اوپر اٹھتا چلا جاتا ہے اور تقریباً نو، دس کیلو میٹر اوپر چلا جاتا ہے اور پورے افق کو گھیر لیتا ہے، اس بادل کا جو حصہ نو کیلو میٹر اوپر جاتا ہے اس کا پانی بہت ٹھنڈی کی وجہ سے جم کر برف بن جاتا ہے اور اولے اور برف کی شکل میں زمین پر گرنے لگتا ہے، بادل کا جو حصہ ٩ کیلو میٹر سے نیچے ہوتا ہے اس کا پانی ٹھنڈا ہوکر بارش بن جاتا ہے اور بہت تیز موسلا دھار بارش ہوتی ہے گرم ملکوں میں اسی بادل سے موسلا دھار بارش ہوتی ہے، اس بادل کے نچلے حصے میں نیگیٹو چارج Negative Charges اور اوپر کے حصے میں پوزیٹو چارج Positive Charges ہوتا ہے،

بادل میں تیز جھکڑ کی وجہ سے دونوں چارج مل جاتے ہیں جس کی وجہ سے بادل میں الیکٹرک پیدا ہوجاتی ہے اور وہ جل اٹھتی ہے اس کی وجہ سے بادل میں بجلی کی چمک دکھائی دیتی ہے، سائنس کا کہنا ہے کہ انہیں دونوں چارجوں کے ملنے کی وجہ سے بادل میں بجلی چمکتی ہے وہ دور تک چمک کر فوراً بجھ جاتی ہے یہ بادل تیز جھونکوں کی وجہ سے آپس میں ٹکراتا ہے جس کی وجہ سے کڑک کی آواز نکلتی ہے، جیسے ہوائی جہاز کے پنکھے فضا میں چلتے ہیں تو بہت تیز آواز ہوتی ہے اسی طرح بادل آپس میں ٹکراتے ہیں تو کڑک کی آواز ہوتی ہے۔

ہوائی جہاز بادل سے اوپر جاتا ہے تو بادل برابر اور پلین نظر آتا ہے لیکن کومولس نیمبس بادل پہاڑ کی طرح ابھرا ہوا اور اونچا نظر آتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بادل کا پہاڑ اٹھا ہوا ہے قرآن کریم نے اس اہم بادل کے سارے خصوصیات اس آیت میں بیان کیا ہے۔ اَلَمْ تَرَا اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ يُوْلِّفُ بَيْنَه ثُمَّ يُؤلِّفُ بَيْنَه ثُمَّ يجعلُه وَكَاماً فَتَرى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنالسَّمَاءِ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءِ وَيَصْرِفُه عَنْ مَّنْ يَّشآءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (سورۃ النور ۲۴ آیت ۴۳) ترجمہ: کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ ایک ایک بادل کو چلاتا رہتا ہے پھر اس کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ بتہ کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے بارش کو وہ اس کو بیچ میں سے نکل کر آتی ہے اور اسی بادل سے یعنی اس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر ان کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ہٹا دیتا ہے اس بادل کی بجلی کی چمک سے گویا اب بینائی جایا ہی چاہتی ہے۔

سائنس نے جب نو قسم کے بادلوں کی تحقیقات کی اور اس سے بارش، برف اولے، ژالے کڑک اور بجلی بننے اور کڑک و بجلی پیدا ہونے کے طریقے کو بیان کرتا ہے ٹھیک اسی طرح سے حقیقت میں بھی ہے. ہوائی جہاز سے بادل کے اوپر جا کر دیکھا تو واقعی کومولو نیمبس بادل پہاڑ کی طرح ابھرا ہوا ہوتا ہے اور اسی سے برف اور اولے زیادہ تر گرتے ہیں اسی میں بجلی، چمک اور کڑک پیدا ہوتیں ہیں، سائنسی تحقیقات سے صدیوں پہلے اس قسم کی باتیں پیش کرنا کلام خداوندی ہونے پر شاہد عدل ہے۔

بارش سے لدی ہوئی ہوا

فضا میں بہت سے گیس اور بہت سی ہوائیں ہیں لیکن بادل پر اثر انداز ہونے کے لئے دو قسم کی ہوائیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں .ایک خشک ہوا، جب یہ ہوا چلتی ہے تو بادل کو پھاڑتی چلی جاتی ہے اس کی وجہ سے بادل پھٹ کر منتشر ہو جاتا ہے اور وہ بارش نہیں برساتا

دوسری قسم ''مانسون ہوا'' یہ چلتی ہے تو منتشر بادل کو جوڑ دیتی ہے، بادل میں بھاپ اور پانی پہلے سے موجود رہتے ہیں اس ہوا کی وجہ سے بھاپ ٹھنڈی ہو کر پانی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور بادل کے درمیان سے بوندیں ٹپکنے لگتیں ہیں، نزول قرآن کے وقت اتنی ساری تحقیقات نہیں ہوئیں تھیں کہ بلندی پر بادل میں بھاپ ہے اور ہوائیں اس کو ٹھنڈی کر کے بارش کے قابل بناتی ہیں گویا کہ یہ ہوائیں بادل کو حاملہ کر رہی ہیں.

قرآن کریم نے اس عظیم حقیقت کا پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا وَاَرْسَلْنَا الریحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْہُ (سورۃ الحجر۱۵ آیت ۲۲) ترجمہ: اور ہم ہی پانی سے لدی ہواؤں کو بھیجتے ہیں پھر ہم ہی آسمانوں سے پانی برساتے ہیں پھر وہی پانی ہم تم کو پلاتے ہیں، قرآن نے صرف ایک جملہ ''ارسلنا الریح لواقح'' سے سائنس کی ساری تحقیقات کی طرف اشارہ کر دیا۔

گہرے سمندر میں پانی تہ بتہ ہوتا ہے

گہرے سمندر میں اوپر نیچے تین زون (تین تہ) پانی کا ہوتا ہے باتھل زون، ابیسل زون ہاڈل زون، باتھل زون: اوپر سے ۲ کیلومیٹر تک گہرا ہوتا ہے اس میں سورج کی روشنی پہنچتی ہے، اس زون کا پانی گرم ہوتا ہے، مچھلیاں وغیرہ اس زون میں رہتی ہیں، اس زون میں گرم ممالک کا پانی گرم ہو کر سرد ممالک کی طرف موج اور رو کی شکل میں چلتا ہے ابیسل زون: یہ زون دو کیلومیٹر گہرائی سے لیکر ۶ کیلومیٹر گہرائی تک ہوتا ہے، سمندر میں یہ درمیانی زون ہے، اس میں سورج کی روشنی نہیں پہنچتی پانی اس لئے اندھیرا ہوتا ہے اس زون میں گرمی بہت کم ہوتی ہے ٹھنڈی زیادہ ہوتی ہے اس زون میں درمیانی قسم کے سمندری جانور رہتے ہیں۔ ہاڈل زون: یہ زون ۶ کیلومیٹر

سے نیچے ہوتا ہے اس میں سورج کی روشنی بالکل نہیں پہنچ پاتی اس لئے اس میں بالکل اندھیرا ہوتا ہے اور سردی کی وجہ سے برف جمی رہتی ہے، اس زون میں سرد ممالک سے سرد پانی اندر اندر گرم ممالک کی طرف آتا ہے یہ تیسرا زون بہت گہرے سمندر میں ہوتا ہے، گویا کہ سمندر میں تین زون ہیں انکی وجہ سے تین اندھیریاں ہیں اور اوپر نیچے تین موجیں چلتیں رہیں ہیں۔سمندر کے تینوں زون کو سمجھنے کے لئے اس نقشہ کو دیکھیں

باتھل زون

ابیسل زون

ھاڈل زون

ماخوذ از ص ۱۰۵ Earh Facts جس زمانے میں سائنس کی ترقی نہیں ہوئی تھی لوگ سمندر کے سینے کو چیر کر اس کے تین تہوں کا انکشاف نہیں کیا تھا اس زمانے میں رب العالمین نے اپنی کتاب میں ان تینوں تہوں کی نشان دہی کی تھی ارشاد ربانی ہے اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغشٰهُ مَوْجُ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَا بٌ ظُلُمٰتٍ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (سورۃ النور ۲۴ آیت ۴۰) ترجمہ: وہ اعمال ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے کہ اس کو ایک بڑی موج نے ڈھانپ لیا ہو پھر اس موج کے اوپر ایک اور موج ہو پھر اس کے اوپر بادل ہو غرض اوپر تلے اندھیرے ہیں اس آیت میں اعمال کفار کے بے فائدہ ہونے کو تین اندھیریوں کے ساتھ بطور مثال بیان کیا ہے، لیکن اس مثال میں بھی سمندر کی رو کی اصلی حقیقت آگئی کہ گہرے سمندر میں اوپر نیچے دو موجیں ہوتیں ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ دو موجیں گہرے سمندر میں ہی ہوتیں ہیں کم گہرے سمندر میں دو موجیں نہیں ہوتیں۔

زمانے تک لوگوں کو پتہ نہیں تھا کہ گہرے سمندر میں اوپر تلے دو رو چلتیں ہیں لیکن اب جب تحقیقات ہوئیں تو سائنس دان قرآن کے اعجاز اور اس کے بیان کردہ حقائق پر حیران ہیں۔

دو دریا کے پانی خلط ملط نہیں ہوتے

پانی ایک بہتی ہوئی چیز ہے یہ کوئی سخت چیز نہیں ہے اس کے باوجود جہاں جہاں دو سمندر، یا دو دریا یا دو موجیں اور رو ملتیں ہیں تو دونو ںکے پانی میلوں دور تک اپنے اپنے راستے پر چلتیں رہتیں

ہیں ایک ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے ہیں یہ اللہ کی قدرت ہے کہ بہتی چیز کو دور دور تک الگ الگ رکھا۔ اس سے زیادہ عجیب چیز ابھی گذری کہ ایک ہی سمندر میں اوپر نیچے دو قسم کی رو ایک دوسرے سی مخالف سمت میں بہتی ہیں اور دونوں ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتیں بحر اٹلانٹک میں میکسیکو کی کھاڑی سے سمندر کے اوپر اوپر ایک رو چلتی ہے اور برطانیہ کی کھاڑی تک آتی ہے وہ ایک دن میں ۱۶۰ کیلو میٹر چلتی ہے .اس کی چوڑائی ۶۰ کیلو میٹر اور گہرائی ۶۰۰ میٹر ہوتی ہے .اس کو اٹلنٹک رو Atlantic Drift کہتے ہیں، یہ رو چلتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کے اندر ایک دوسرا سمندر بہ رہا ہو. پہلے ان انکشافات کا علم لوگوں کو نہیں تھا لیکن قرآن کریم نے بہت پہلے اس کی حقیقت کی طرف انسانوں کو متوجہ کیا تھا ارشاد ہے هُوَالَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ ھٰذَعَذَبُ فُرَاتَ وَّھذ مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَیْنَھُمَا بَرْزَخاًوَّ حِجْراً مَّحْجوراً (سورۃ الفرقان ۲۵ آیت ۵۳) ترجمہ: وہی اللہ ہے جس نے دو دریاؤں کو ملایا ایک میٹھا تسکین بخش ہے اور ایک کھاری اور تلخ ہے اور دونوں کے درمیان ایک حجاب اور ایک مانع قوی رکھ دیا دوسری آیت میں ہے مَرَجَ البَحرَیْنَ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ (سورۃ الرحمٰن ۵۵ آیت ۲۰) ترجمہ: اسی اللہ نے دو دریاؤں کو ملایا کہ باہم ملے ہوئے بھی ہیں اور دونوں کے درمیان ایک حجاب بھی کہ دونوں آگے بڑھ نہیں سکتے، ان دونوں آیتوں میں سمندر کے رو کے بارے میں عجیب انکشاف ہے اور اپنی قدرت کا مظاہرہ ہے کہ دونوں پانی آپس میں ملتے نہیں ہیں ایک کھارا ہے اور دوسرا میٹھا ہے

میکسیکو کی رو برطانیہ تک جاری ہے

نقشے میں دیکھیں کہ گرم مما لک سے رو سرد مما لک کی طرف جاری ہے اور سرد مما لک سے رو گرم مما لک کی طرف جا رہی ہے

تاریخی شواہد

مندرجہ ذیل سطور میں قرآن کے چند تاریخی شاہد درج کئے جا رہے ہیں۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ تاریخ شواہد وہی ہیں جن کو قرآن نے بیان کیا ہے کیوں کہ ان پر کوئی صحیح سند نہیں ہے، صرف عوام میں شہرت ہے کہ یہ وہی ہیں اگر ان کو صحیح مان لیا جائے تو قرآن کا کہنا بڑا اعجاز ہے کہ آج تک وہ چیزیں ایسی ہی ہیں، جیسا کہ قرآن نے ان کا تذکرہ کیا تھا اور وہ آج تک

لوگوں کے لئے عبرت کی چیزیں ہیں، اور اگر یہ چیزیں وہی نہیں ہیں جن کو قرآن نے بیان کیا ہے تو راقم السطور کو اس پر اصرار نہیں ہے۔

فرعون کی لاش

قرآن نے اس بات کا اعلان کیا تھا کہ فرعون کی لاش کو محفوظ رکھیں گے اور بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت بنائیں گے۔ چنانچہ آج سے کئی سو سال پہلے سے فرعون کی لاش بغیر کسی خاص دوائی کے قاہرہ کے شاہی عجائب خانہ میں محفوظ ہے، کتنے ہزار سال یہ لاش بغیر کسی دوائی کے سمندر میں رہی ہوگی پھر کئی سال ویرانے میں پڑی رہی ہوگی۔ ابھی ترقیات کے بعد ۱۸۸۹ء سے اس پر انسانی لاش کو محفوظ رکھنے کی دوائی لگائی ہے اور اس کو قاہرہ کے شاہی عجائب خانہ میں رکھی ہے لیکن اللہ کا کلام کتنا سچا اور پکا ہے کہ ہزاروں حادثات کے بعد بھی فرعون کی لاش محفوظ ہے، ہر روز لوگ اس کی لاش کو دیکھنے جاتے ہیں ارشاد ہے فَالْیَوْمَ نُنَجِّیکَ بِبَدْنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَةً وَاِنَّ کَثِیْراً مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (سورۃ یونس ۱۰ آیت ۹۲) ترجمہ: سو آج ہم تیرے جسم کو نجات دے دیں گے تاکہ تو ایک نشان عبرت پیچھے آنے والوں کے لئے رہے۔ اور بیشک بہت سے لوگ ہماری ایسی نشانیوں سے غافل ہیں، اگر قاہرہ کے عجائب خانہ میں اسی فرعون کی لاش محفوظ ہے جس کی خبر قرآن کریم نے دی ہے تو یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ اللہ نے جو وعدہ فرمایا اس کی نشانی آج تک محفوظ ہے اگر قرآن کریم کسی انسان کی کتاب ہوتی تو نہ وہ اتنا زور دار وعدہ کر سکتا تھا اور نہ ہی لاش اتنے ہزار سال محفوظ رہ سکتی تھی۔

طوفان نوح ایک حقیقت ہے

برطانیہ محکمہ اثرات کے سابق ڈائرکٹر جنزل سرلیو نارڈ وولے نے اپنی کتاب Excavation At Ur مقام اُر پر حفریائی کام (ماخوذ بائبل، قرآن اور سائنس صفحہ ۳۴۳) میں لکھا ہے کہ کھودائی کے دوران بہت سی پرانی تلخیاں ملیں ہیں جن میں لکھا ہوا ہے کہ طوفان نوح آیا تھا اور چند مومنین کے علاوہ تمام انسان ھلاک ہو گئے تھے، بعض تختی پر یہ لکھا ہوا ہے کہ کشتی نوح بہتی ہوئی جبل نصیر پر جا کر لگی، جبل نصیر کے ایک حصے کا نام ''جودی'' ہے یہ پہاڑ

موصل اور دریائے دجلہ کے مشرق میں دریائے زاب کے قریب واقع ہے اس کے علاوہ توریت، انجیل وغیرہ میں بھی اس طوفان کا تذکرہ موجود ہے، کھدائی کی تخلیوں نے ثابت کردیا کہ قرآن میں طوفان نوح کا تذکرہ بالکل صحیح ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ ہزاروں سال کے بعد قرآن کی صداقت تحقیقات کے ذریعہ ثابت ہورہی ہے ارشاد ربانی ہے وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُم وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً (سورۃ الفرقان ۲۵ آیت ۳۷) ترجمہ: اور ہم نے قوم نوح کو بھی ہلا دکیا جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا ہم نے انہیں غرق کردیا اور ہم نے انہیں ایک نشان عبرت بنا دیا دوسری آیت میں ہے وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (سورۃ ہود ۱۱ آیت ۴۴) ترجمہ: اور کام پورا ہوگیا اور کشتی جودی پر آ کر ٹھہری اور کہ دیا گیا کہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے لوگ رحمت سے دور ہوگئے۔

طوفان نوح کے بارے میں قرآن نے جو کچھ کہا آج کی علم حفریات اور خدائی معلومات نے ان تمام باتوں کی تصدیق کردی۔ آج سینکڑوں سال کے بعد قرآن کے سائنسی معجزات آہستہ آہستہ ظاہر ہورہے ہیں۔

اصحاب کہف کا غار

عمان شہر اردن کے تین میل کے فاصلے پر ۱۹۶۳ء میں ایک غار کا انکشاف ہوا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ غار اصحاب کہف کا ہے، اگر یہ حقیقت میں وہی غار ہے جس میں اصحاب کہف سوئے تھے تو قرآن کے ایک عجیب معجزے کا اظہار ہے۔

۸ مئی ۱۹۹۶ء کو دوپہر کے وقت میں خود اس غار پر گیا ہوں، بیان قرآن کے بہت سے قرائن اس غار میں پائے جاتے ہیں مثلاً (۱) غار کا منہ جنوب کی جانب ہے کوئی آدمی غار میں داخل ہونے کے لئے کھڑا ہوتو اعلان قرآن کے مطابق سورج غار کی دائیں جانب سے نکلتا ہے اور اس کی بائیں جانب غروب ہوتا ہے (۲) سورج کی کرنیں غار کے دروازے تک آتی ہیں غار کے اندر داخل نہیں ہو پاتیں۔ البتہ روشنی کا عکس غار کے اندر خوب جاتا ہے (۳) غار کا منہ اتنا کشادہ نہیں ہے لیکن غار اندر سے کافی کشادہ ہے جس میں تقریباً پندرہ آدمی بآسانی سوسکتے ہوں جو وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ کا منظر پیش کرتا ہے (۴) بیداری کے بعد ایک ساتھی کو کھانا لانے کے لئے شہر روانہ کیا تھا

جس کا مطلب یہ ہے کہ شہر اس غار سے بہت دور نہیں تھا (جیسا کہ حضرت مفتی شفیع صاحب نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں فرمایا) اس غار سے شہر عمان ابھی صرف تین میل کے فاصلے پر ہے البتہ یہ غار سنسان جگہ میں ہے اور اہل شہر کی گزرگاہ اس طرف نہیں ہے (۵) غار کے اوپر پرانے ساخت کی مسجد بنی ہوئی ہے جو ابھی اوپر سے ٹوٹ چکی ہے صرف بنیاد باقی ہے (۶) غار کے اندر آٹھ قبریں پتھر کی بنی ہوئی ہیں ان تمام قبروں کی ہڈیاں جمع کر کے ایک قبر میں رکھ دی گئی ہیں اور زائرین کے دیکھنے کے لئے اس قبر میں چھوٹا سا سوراخ کر دیا گیا ہے اور اندر ایک بلب ڈال دیا گیا ہے جس سے اصحاب کہف کی بکھری ہوئی ہڈیاں نظر آتی ہیں، اس قبر میں سات آدمیوں کی کھوپڑیاں ہیں، ان کے ہاتھ، پاؤں، پسلی وغیرہ کی ہڈیاں موجود ہیں، ایک الگ شیشے کی الماری میں ایک کتے کے سر کی ہڈی موجود ہے، اس الماری میں ایک چھوٹی سی موٹی روٹی بھی موجود ہے کہتے ہیں یہ وہی روٹی ہے جس کو اصحاب کہف شہر سے خرید کر لائے تھے الماری میں پرانے ساخت کی مٹی کا لوٹا، چراغ اور تسبیح بھی موجود ہے واللہ اعلم (۷) میے راہنما نے بتایا کہ عمان شہر کا پرانا حصہ پچھلے زمانے میں حضرت شعیبؑ کی قوم اہل مدین تھی اور عمان شہر کا نیا حصہ اہل ایکہ باغ والے تھے، ہم لوگوں کو صحیح ہونے کا یقین اس لئے بھی ہوتا ہے کہ شہر عمان سے پندرہ میل دور ایک وادی میں حضرت شعیبؑ کی قبر ہے اور وہاں ابھی ایک مسجد بنی ہوئی ہے (۸) عمان کا شہر حضرت عیسیٰؑ کی جائے پیدائش بیت الحم یروشلم سے صرف ساٹھ ستر میل دوری پر ہے اور بحر میت مقام قوم لوطؑ سے تیس میل دور ہے یہ سارے مقامات انبیاء بنی اسرائیل کی تبلیغ کی جگہ رہی ہے، انکی تبلیغ سے متاثر ہو کر یہ نوجوان ایمان لائے ہوں اور ان حضرات کا مسکن شہر عمان کے قریب ہو اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ غار اصحاب کہف ک غار ہوگا، یوں تو اصحاب کہف کے غار کے سلسلے میں تین مقامات اور بتائے جاتے ہیں کہ وہاں ان کا غار تھا۔

اگر عمان والے غار کو اصحاب کہف کا غار مان لیا جائے تو کتنی حیرت ہوتی ہے کہ آج تک ان مومنین نوجوانوں کی ہڈیاں اللہ نے باقی رکھی ہیں اس کی روٹی تک کو محفوظ رکھا ہے جو چند دنوں میں سر گل جانے والی چیز ہے، اور وہ سارے قرائن پائے جاتے ہیں جن کو قرآن نے اعجازی انداز میں ذکر کیا ہے، آج علم حفریات قرآن کی تاریخ کو زندہ کر رہا ہے اور اس کے تذکرے کو ثابت کر رہا ہے آپ اصحاب کہف کے غار کے بارے میں عجائبات سننے کے بعد ان آیتوں کو پڑھیں۔

اِذْوَی الْفِتْیَةُ اِلَی الْکَھْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَداً (سورۃ الکھف ۱۸ آیت ۱۰) ترجمہ: اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب ان نوجوانوں نے غار میں جا کر پناہ لی پھر بولے اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے پاس سے رحمت وفضل عطا کر اور ہمارے لئے اس کام میں درستی کا سامان کر دے۔

بحر میت

بحر میت بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے ۱۲۰۶ء قبل از مسیح اس مقام پر قوم لوط کی بستیاں موجود تھیں، یہاں ان کے چار بڑے بڑے شہر آباد تھے اور قوم سدوم اور قوم عمورہ رہتی تھیں ان لوگوں نے شرک کے ساتھ لواطت شروع کی حضرت لوطؑ نے پیغمبرانہ انداز میں ان کو منع کیا لیکن انہوں نے نہ مانا آخر حضرت جبرئیلؑ نے اللہ کے حکم سے ان کی بستیوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور الٹ دیا اور ان پر آگ کی بارش برسا دی اور ہر آدمی کا نام کا لکھا ہوا پتھر اس پر برسایا، حضرت لوطؑ اور ان کے ساتھ مومنین کو چھوڑ کر ساری بستیاں تباہ ہوگئیں، اور آج تک وہ ناظرین کے لئے نشان عبرت بنی ہوئی ہیں۔

میں خود مئی ۱۹۹۶ء کو بحر میت پر گیا، یہ جگہ عمان سے پچیس میل کی دوری پر ہے اور قبر شعیبؑ سے پچیس میل دوری پر ہے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی یہاں کبھی بستی رہی ہوگی جس کو الٹ کر بحر میت بنا دیا گیا ہے میں نے اس کے پانی کو چکھا تو دیکھا کہ جس طرح گوشت کو جلا کر پانی میں ڈال دیا جائے تو جلنے کے اثرات سے پانی کا مزا کڑوا ہو جاتا ہے اسی طرح بحر میت کا پانی کڑوا سا لگتا ہے، اس کو ہاتھ میں لیا ایسا چکنا سا لگا جیسے ہاتھ پر تیل مل لیا ہو، خیال کیا جاتا ہے کہ عذاب الٰہی میں کثرت سے آدمی کے مرنے کے اثرات آج تک بحر میت میں موجود ہیں قرآن کریم نے اس کے متعلق فرمایا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْھِمْ مَّطَراً فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَا قِبَةُ الْمُجْرِمِیْنْ (سورۃ الاعراف ۷ آیت ۸۴) ترجمہ: اور ہم نے ان پر مینہ برسا دیا سو تو دیکھ لے مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟ صرف یہی نہیں کہ ان کی بستیوں کو الٹ کر ان قوموں کو ہلاک کر دیا بلکہ ہمیشہ کے لئے ان کی بستی کو بحر میت میں تبدیل کر دیا اور ہر دیکھنے والوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت سے نوازے اور ذخیرہ آخرت بنائے، نئی تحقیقات میں سے کچھ نمونہ ہی پیش کیا ہے ورنہ

اس زمانے میں بہت سی تحقیقات سامنے آئیں ہیں جو قرآن کے اعجاز کو ثابت کرتیں ہیں آمین یارب العالمین ۔احقر ثمیر الدین القاسمی